جنگل کہانیاں

جنگل میں منگل

جادو کے پرندے

پریوں کا دیس

قصہ ایک شہزادی کا

بزدل شیر کی کہانی

ISBN: 978-969-67695-6-7

جنگل کہانیاں

مصنف:

ڈاکٹر محمد نوید

پیپر برڈز، اُردو بازار، لاہور

م ح م د۔ ن وی د: محمد نوید (پ: ۱۱ دسمبر ۱۹۷۹ء)

Jungle Kahaniya
Muhammad Naveed. Lahore.

Pages: 54

جملہ حقوق محفوظ ہیں:

ISSN:978-969-87695-6-7

کتاب: جنگل کہانیاں
مصنف: ڈاکٹر محمد نوید
سرورق: محمد فرحان سلیم
تعداد: ۲۰۰
اشاعت سوم: مارچ ۲۰۱۹ء
قیمت: ۲۵۰ روپے
مطبع: پیپر برڈز، اُردو بازار، لاہور
برائے رابطہ: بیسمنٹ نقوش سنٹر، 7۔ کبیر سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔
0324-4888262

جنگل میں منگل

کنگن پور کا بابا کرملی بہت محنتی انسان تھا۔ صبح سویرے اٹھتا مویشیوں کو پانی پلاتا، چارہ ڈالتا پھر بیلوں کی جوڑی لیے کھیتوں کی طرف نکل جاتا۔ سارا دن کام کرتا شام کو تھکا ہارا واپس گاؤں آتا لیکن گاؤں میں کسی بھی چھوٹے بڑے کو کوئی کام ہوتا تو بابا کرملی اس کی مدد کرتا۔ کھانا آگے رکھا ہوا ہے لیکن باہر سے کسی نے آواز دے دی کہ ”بابا کرملی ایک چھوٹا سا کام تھا۔ آپ آ جاتے تو ہمارے لیے آسانی ہو جاتی“۔ بابا کرملی کھانا وہیں چھوڑتا اور ان کے ساتھ چلا جاتا۔

شام کے وقت لگن پور کے بیلوں کی سُریلی گھنٹیوں کی آواز شام کی سیاہی میں پھیل جاتی اور مسجد کی دیوار پر رکھے مٹی کے چراغوں کا دھواں گھر آتے تھکے ہارے بیلوں کو خوش آمدید کہتا۔

ایک سرد اور سیاہ رات میں جب آدھی رات اِدھر آدھی اُدھر تھی تو بہت سے کتوں کے بھونکنے کی آواز بلند ہوئی۔ کنگن پور کے تھکے ماندے لوگ گہری نیند سوئے تھے لیکن بابا کرملی نے لنگوٹا کس کر اپنا ڈنڈا اٹھایا، کچے مکان کی بوسیدہ دیوار کے ساتھ چلتے ہوئے دروازے کی کنڈی کھولی اور گلی میں نکل کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر رُک کر کتوں کی آواز کا جائزہ لیا، جدھر سے آواز آ رہی تھی اُدھر کو چل پڑتا۔ تیز قدموں سے چلتے ہوئے اسے یکدم بھیڑ کے لیلے کی چیخ سنائی دی اور پھر ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ بابے کرملی نے پورے گاؤں کا چکر لگایا لیکن اسے کچھ نہ دکھائی دیا۔

صبح سویرے مائی رحمتے اپنے مکان کی چھت پر کھڑی چلائی، ”ہائے لوکو۔ میں لٹ گئی۔ میری بھیڑ کا بچہ رات چوری ہو گیا۔ اللہ کرے اس کا ککھ نہ رہے، چور کو پڑے خدا کی مار، اس کا سونا مٹی ہو جائے، ظالم کہیں کا میری بھیڑ رو رہی ہے“۔ لوگ اکھٹے ہو گئے۔ مائی رحمتے جھولی اُٹھائے چور کو بددعائیں دیتی رہی۔

گاؤں والے پریشانی میں سوچ رہے تھے کہ چور تھا یا کوئی اور تھا۔ چور ہوتا تو بھیڑ بکریاں بھی لے جاتا صرف لیلا کیوں اٹھایا؟ لیکن بابے کرملی نے کہا کہ یہ کام کسی انسان کا نہیں یہ ضرور کوئی جنگلی تھا۔ کسی بھیڑیے، چیتے یا شیر نے حملہ کیا جو جانور آرام سے ہاتھ لگا اُسے اٹھا کر لے گیا۔

چوہدری لگن کے صحن میں منجوں پر بیٹھے گاؤں کے چند بزرگ حقہ پیتے ہوئے صلاح مشورہ کر رہے تھے کہ چوہدری لگن نے کہا اگر روز ایسا ہی ہوتا رہا تو ایک دن یہ جنگلی جانور ہمارے بچے بھی اُٹھا کر لے جائیں گے۔ ہمارے گاؤں میں پچاس گھر ہیں۔ ہر گھر سے باری باری ایک بندہ رات پہرا دے گا۔ اس طرح روزانہ پانچ

لوگوں کی ایک ٹولی گاؤں کے اردگرد چکر لگاتی رہے گی۔ سب نے چوہدری کی بات سے اتفاق کیا۔

پہلی رات پانچ لوگ پہرا دینے کے لیے نکلے مسجد میں عشا کی نماز ادا کی ۔ مولوی صاحب سے دم کروایا اور اپنی راہ لی ۔ ان کے پاس ڈنڈے اور چاقو تھے ۔ یہ ٹولی رات بھر گاؤں میں گشت کرتی رہی۔ صبح مرغ کی پہلی اذان پر سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور خوش تھے کہ آج کی رات خیر سے گزر گئی لیکن ان کے جاتے ہی مولوی صاحب کے گھر سے ساری مرغیاں غائب ہوگئیں۔

فجر کی نماز کے بعد مولوی صاحب نے بچوں کو قطار میں بٹھا کر قرآن پاک اور سپارے کا سبق پڑھانا شروع کیا تبھی مسجد کی دیوار سے ان کی بیوی کا سر نظر آیا۔ بچوں نے دیکھا تو فوراً اشارہ کیا کہ مولوی صاحب اُدھر دیکھیں فردوس بی بی بُلا رہی ہیں ۔ مولوی صاحب جلدی سے دیوار کے پاس گئے اور کہا کہ مرغی کا انڈہ اور گرم دودھ کا پیالہ تو بھیج دیں ۔

فردوس بی بی نے کہا ’’آج انڈہ نہیں ملے گا اور کل سے دودھ بھی بند‘‘ ۔ مولوی صاحب بولے ’’نیک بختے کیوں میرا حقہ پانی بند کر رہی ہے‘‘ ۔

’’ہماری مرغیاں چوری ہوگئی ہیں‘‘ فردوس بی بی نے لڑتے ہوئے انداز میں کہا۔ ’’آپ سے کتنی بار کہا ہے کہ اس گاؤں کو چھوڑ دیں۔ آج ہماری مرغیاں چوری ہوئیں کل کوئی سامان اُٹھا کر لے جائے گا۔ پھر بیٹھے رہنا مصلے پر اور گھماتے رہنا تسبی‘‘ ۔

مولوی صاحب نے کہا ’’یہ نہیں ہوسکتا ۔ یہ جھوٹ ہے ۔ میری مرغیاں تو کیا کوئی انڈہ بھی نہیں چرا سکتا‘‘ ۔ بی بی نے کہا ’’آ کر خود دیکھ لیں‘‘ ۔ مولوی صاحب نے دیوار سے چھلانگ لگائی اور گھر میں دیکھا تو مرغیاں غائب ہیں ۔ غصے سے بولے ’’بی بی یہ کام دھمال سنگھ کا ہے ۔ وہ چھپ پر کھڑا ہو کر کبوتر اُڑانے کے ساتھ آس پاس کے گھروں میں بھی جھانکتا ہے ۔ میں ابھی چوہدری صاحب سے بات کرتا ہوں ۔

مولوی صاحب صبح سویرے چوہدری لگن کے گھر کے طرف چل پڑے ۔ ان کے پیچھے بابا کرملی بھی چلا آ رہا تھا ۔ بابے کرملی نے کہا اللہ خیر کرے مولوی صاحب بہت تیز چلتے جا رہے ہیں ۔ کوئی بری خبر نہ ہو ۔ کرملی نے مولوی صاحب کو آواز دی اور پوچھا کہ ’’خیر تو ہے‘‘ ۔ مولوی صاحب نے بتایا کہ ’’بھئی وہ جو دھمال سنگھ بھنگی ہے نا اس نے رات میری مرغیاں چرا لیں‘‘ ۔ کرملی نے سمجھایا کہ ’’یہ کام دھمال سنگھ کا نہیں بلکہ یہ کوئی جنگلی جانور ہوسکتا ہے جو رات کو گاؤں سے پالتو جانور اٹھا کر لے جاتا ہے ۔ جیسے مائی رحمتے کا لیلا لے گیا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا مجھے تو لگتا ہے لیلا بھی دھمال سنگھ نے اٹھایا ہے ۔

چوہدری لگن اپنے ڈیرے میں بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ مولوی صاحب اور کرملی بھی آ کر بیٹھ گئے ۔ مولوی صاحب نے اپنی مرغیوں کی چوری کا ذکر کیا اور دھمال سنگھ پر شک ظاہر کیا ۔ چوہدری لگن نے کہا کہ آپ کی مرغیاں مل جائیں گی ۔ اگر یہ کام دھمال سنگھ کا ہوا تو اسے ضرور سزا ملے گی ۔ مولوی صاحب نے میٹھی لسی کی فرمائش کر دی ۔ لسی

آئی تو ساری پی گیا داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور واپس آ گیا۔

چوہدری لگن نے کرملی سے کہا کہ یہ بہت خراب صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ آپ کیا کہتے ہیں۔ کرملی نے کہا آج رات میں پہرا دوں گا اور چور کا پتا لگاؤں گا۔ رات بابے کرملی نے ایک چھوٹا سا ٹیڈی بکرا لیا اور پرانے کنویں کے اوپر ایک چھوٹا سا تختہ رسی سے نیچے لٹکا دیا۔ اس پر بکرے کو باندھا۔ کنواں کے آس پاس خشک گھاس پھیلا دی۔ کچھ دیر بکرے کے پاس بیٹھا حقہ پیتا رہا۔ جب رات ڈھلی تو چپکے سے اٹھ کر قریبی درخت پر چڑھ بیٹھا۔ اس کے جاتے ہی بکرے نے مِیں.... مِیں.... مِیں کرتے شور مچا دیا۔ بکرے کی آواز دور تک گونج رہی تھی۔ بابا کرملی ایک ماہر شکاری کی طرح چھپا شکار کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اچانک دیکھتا ہے کہ ایک بڑا کالا ریچھ خراماں خراماں چلا آ رہا ہے۔ بکرے کے پاس پہنچ کر اس کے کان سے پکڑنا ہی تھا کہ نیچے کنویں میں لٹک گیا۔ وہاں پھندا لگا ہوا تھا۔ بابے کرملی نے درخت سے چھلانگ لگائی اور اپنے بکرے کو پکڑ کر گھر آ گیا۔ ریچھ کنویں میں رسی سے لٹکا چلاتا رہا۔

صبح سویرے کنویں میں لٹکتے ریچھ کا تماشا دیکھنے کے لیے بہت سے لوگ جمع تھے۔ پھر بابا کرملی آیا اور ریچھ کو کنویں سے باہر نکال کر درخت کے ساتھ باندھ دیا۔ چوہدری لگن بھی پہنچ گیا اس نے کہا کہ آج جو بہادر جنگلی ریچھ سے کشتی کرے گا اسے ایک کلو دیسی گھی اور ایک مرغا انعام دیا جائے گا۔

ریچھ نے جب چوہدری کنگن کی بات سنی تو بہت خوش ہوا کہ یہ اچھا موقع ہے میں کشتی کرتے ہوئے بھاگ سکتا ہوں۔ دھمال سنگھ بھی وہاں آ گیا۔ چوہدری نے کہا کہ ’’ آج ایک چور پکڑا ہے دھمال سنگھ کشتی کرو گے اس کے ساتھ؟‘‘ دھمال سنگھ نے کہا ’’سرکار ہم تو کتوبر بازی کرتے ہیں۔ کشتی ہمارے بس کی بات نہیں۔ کوئی کبوتر کی بازی لگوانی ہے تو ہم حاضر ہیں‘‘۔

اس دوران بابے کرملی نے لنگوٹا کسا اور میدان میں آ گیا۔ سب لوگ ایک دائرے میں بیٹھ گئے۔ ڈھول بجنے لگا۔ بابے کرملی نے ریچھ کی رسی کھولی اور اس کے ساتھ کشتی شروع کر دی۔ ریچھ نے بہت زور مارا کافی دیر کشتی چلتی رہی دونوں تھک گئے۔ اچانک بابے کرملی کا پاؤں پھسلا اور نیچے گر گیا۔ اسی لمحے ریچھ بھاگ پڑا۔ دائرے میں بیٹھے تماشائی بھی ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بابے کرملی نے خود کو سنبھالا اور ریچھ کا پیچھا کیا لیکن وہ تیزی سے بھاگتا ہوا دور جنگل کی طرف نکل گیا۔

ہانپتا ہوا ریچھ اپنی غار نما محل سرا میں پہنچا ذرا سانس بحال ہوا تو بندر کو بلا کر کہا کہ سب جانوروں اور پرندوں کو جمع کرو۔ بندر بھاگا بھاگا سب کو بُلا لایا۔ خرگوش سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچھے گیدڑ، اس کے پیچھے لومڑ، ایک طرف بھیڑیا، ایک طرف ہرن اور سب سے آخر میں ہاتھی۔ درختوں پر مختلف پرندے بیٹھ گئے۔

ریچھ نے کہا دیکھو بھائیو اور بہنو! میں اس جنگل کا راجا ہوں۔ میں تمہارے کھانے کے لیے رات کو گاؤں سے کچھ نہ کچھ چرا کر لاتا ہوں۔ جیسے انسانوں کی بستی

سے لوگ یہاں آتے ہیں ۔ یہاں سے لکڑیاں کاٹ کر لے جاتے ہیں۔ یہاں شکار کرتے ہیں ۔ جانوروں اور پرندوں کو مارتے ہیں ۔ یہاں سے شہد اُتار کر لے جاتے ہیں ۔ درخت کاٹ لیتے ہیں ۔ یہ جنگل ہمارا ہے۔ ہمیں بھی زندہ رہنا ہے ۔ ہمیں بھی خوراک چاہیے ۔ اگر انسان اسی طرح اس جنگل کو برباد کرتے رہے تو ایک دن ہم سب ختم ہو جائیں گے۔ آپ کا کیا خیال ہے۔

سب خاموش رہے، بندر بولا! راجا صاحب، آپ نے بالکل درست فرمایا۔ ہمیں اس کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔ انسان پہلے جنگل میں رہتا تھا۔ وہ جنگل کی حفاظت کرتا تھا۔ اب وہ بستیوں میں چلا گیا ہے۔ وہ اب یہاں صرف اپنے فائدے کے لیے آتا ہے۔ بھیڑے نے کہا ہمیں چاہیے کہ سب مل کر رات کو ان کی بستی پر حملہ کریں اور ایک ہی بار سب کچھ لوٹ لیں۔ ہم تو میدان میں لڑنے والے ہیں چوری چکاری پسند نہیں کرتے۔ ریچھ خاموشی سے سنتا رہا۔ بندر نے جواب دیا یہ پاگل پن ہے ۔ ہم جنگ نہیں چاہتے ہمیں تو صرف تحفظ اور خوراک چاہیے۔

ریچھ نے بندر سے کہا مجھے آپ کی بات اچھی لگی مگر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم محفوظ بھی ہوں اور بھوکے بھی نہ مریں ۔ بندر نے سوچتے ہوئے کہا میرے پاس ایک تجویز ہے اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو سکیں تو یہ ممکن ہو سکتا ہے ۔

ریچھ نے کہا ضرور بتائیں ۔ بندر نے کہا یہ ایک راز کی بات ہے جو میں صرف آپ سے اکیلے میں کہوں گا ۔ اس بات پر بھیڑیا ناراض ہو گیا کہ یہ ایک اجتماعی مسئلہ

ہے ۔ سب کے سامنے بات کرنی چاہے ۔

ریچھ نے بھیڑیے کے کان میں کہا کبھی کبھی بندر بھی کام کی بات کہہ دیتا ہے ہو سکتا ہے کوئی اچھا مشورہ اس کے شیطانی دماغ میں آیا ہو۔ آپ سب کو لے جائیں ۔ بھیڑیا مسکراتے ہوئے سب جانوروں کو لے کر چلا گیا۔

بندر اور ریچھ بیٹھ گئے ۔ بندر نے کہا راجا صاحب بات یہ ہے کہ انسان کے پاس جتنی عقل اور سمجھ ہے ہمارے پاس نہیں ۔ اگر ہم نے اس جنگل کے درختوں ، جانوروں اور پرندوں کو بچانا ہے تو ہمیں انسان کو بستی سے اُٹھا کر واپس جنگل میں لانا ہو گا ۔

ریچھ نے کہا وہ کیسے ؟ بندر نے کہا اس گاؤں میں جو سب سے بہادر آدمی ہے اس کا بچہ اٹھا کر ہم یہاں لے آتے ہیں۔ ہم سب مل کر اس کی پرورش کریں گے ۔ اس سے ماں باپ کی طرح پیار کریں گے تا کہ وہ بڑا ہو کر ہم سے پیار کرے ، جنگل سے پیار کرے ۔ انسان کو پیار محبت اور دوستی بہت پسند ہے ۔ وہ ظالم اور لالچی تو کبھی کبھی ہوتا ہے۔

ریچھ نے جب یہ بات سنی تو اسے یہ مشورہ بہت پسند آیا۔ اس نے بندر سے کہا پھر یہ کام آپ ہی کرو گے ۔ بندر نے ہاتھ جوڑے اور درخواست کی حضور میں تو کیلے کی چھلی اٹھا کر لا سکتا ہوں ۔ کسی کے سر سے جوئیں نکال سکتا ہوں ۔ لیکن انسان کا بچہ اٹھا کر لانا میرے بس کی بات نہیں میرا خیال ہے اور بھی کوئی جانور یہ کام نہیں کر سکتا۔

راجا صاحب یہ کام آپ کو خود ہی کرنا پڑے گا۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ ہم کب یہ کام کر سکتے ہیں۔ تھوڑے دنوں بعد کنگن پور میں چپ شاہ کا میلہ ہے۔ سب گاؤں والے میلے میں مصروف ہوں گے کیونکہ اس میلے پر رات کو عالم لوہار، عاشق جٹ اور بالی جَٹی کا پروگرام ہوتا ہے۔ لوگ ساری رات ان کا تھیٹر دیکھتے ہیں۔ اُس وقت گاؤں میں گھس کر بچہ اٹھایا جا سکتا ہے لیکن ایک بات ہے۔ بھیڑیے کو نہیں بتانا ورنہ وہ نقصان پہنچائے گا۔

ریچھ کو یہ مشورہ پسند آیا۔ وہ میلے والے دن کا انتظار کرنے لگا۔ چند دنوں کے بعد چپ شاہ کے دربار پر جمعرات کے روز مہندی گانے کی رسم ہوئی۔ مٹھائی بانٹی گئی۔ چراغ جلائے گئے۔ اگربتی کی خوشبو دور دور تک پھیل گئی۔ ڈھول بجنے کی آواز کے ساتھ جب اگربتی کی مہک بندر تک پہنچی تو وہ بھاگا بھاگا ریچھ کے پاس پہنچا۔ اسے بتایا کہ وہ وقت قریب ہے۔ جب ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اِدھر چپ شاہ کا میلہ شروع ہوا۔ اُدھر ریچھ نے عقاب کو بھیجا کہ ذرا چکر لگا کے آئے۔ عقاب نے اڑتے ہوئے دربار کا چکر لگایا۔ ایک طرف حلوائی کی دُکانیں، ایک طرف جھولوں والے، کہیں کھلونوں کی دوکانیں لگی ہیں۔ لوگ اپنے بچوں کے ساتھ میلہ دیکھنے آ رہے ہیں۔

دوپہر کے وقت چند ڈھول والوں نے دربار پر سلامی دی اور پھر ایک کھیت میں آ گئے۔ سب لوگ وہاں کھیت کی طرف آنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کھیت لوگوں سے

بھر گیا۔ پھر کچھ نوجوانوں نے لنگوٹے پہن کر اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ اس طرح کبڈی کا کھیل شروع ہوا۔ بہت سے پہلوان کشتی لڑتے رہے جیتنے والوں کو لگن چوہدری کی طرف سے انعام ملا اور پھر اعلان ہوا کہ عشا کی نماز کے بعد محفل سماع ہو گی۔ اس کے بعد عالم لوہار اور بالی جَٹی اپنے فن کا مظاہرہ کریں گے۔ عقاب نے سارے دن کی کاروائی ریچھ کو بتا دی۔

عشا کی نماز کے بعد محفل سماع جاری تھی۔ ریچھ اور بندر گاؤں کی طرف چل پڑے۔ ریچھ نے کہا ہمیں کرملی کے گھر جانا ہے لیکن یہ کیسے پتا چلے گا کہ اس کا گھر کون سا ہے۔ بندر نے کہا راجا صاحب وہ بکرا یاد ہے جسے آپ نے کنواں پر پکڑا تھا۔ ہاں ہاں یاد آیا یہ اچھی نشانی ہے۔ جس گھر میں وہ بکرا ہو گا وہی گھر کرملی کا ہو گا۔

اِدھر عالم لوہار کے چمٹے کی آواز بلند ہوئی۔ اُدھر ریچھ گاؤں میں داخل ہو گیا۔ اُس نے جلد ہی کرملی کا گھر ڈھونڈ لیا۔ گھر میں کرملی کا ننھا پوتا مزے سے سویا ہوا تھا۔ ریچھ نے بڑے پیار سے اُسے اٹھایا اور لے کر اپنی غار میں آ گیا۔ ریچھنی نے جب معصوم سا پیارا سا بچہ دیکھا تو بے حد خوش ہوئی۔ بچے کو سینے سے لگایا اور پیار کرنے لگی۔ بچہ سویا رہا۔ صبح سویرے ریچھ نے ہرنی کو بلایا اور کہا کہ دن میں تین بار بچے کو دودھ پلایا کرے۔

رات کے پچھلے پہر بابا کرملی میلے سے واپس گھر آیا تو صحن میں خواتین کو روتے دیکھا۔ پوچھا تو بتایا گیا کہ بچہ نہیں مل رہا۔ بابے کرملی نے تسلی دی اور کہا کہ میں تلاش

کرتا ہوں، مل جائے گا۔ اس دوران مائی روشاں آ گئی ۔ اس نے ساری بات سنی تو کہا یہ کام کالے جادو کا ہے ۔ کالے جادو والے ایسا کرتے ہیں کہ معصوم بچوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں ۔ ان پر منتر پڑھتے ہیں ۔ آپ لوگ چپ سائیں کے دربار پر بیٹے کی منت مانیں کچھ بھی نہیں ہوگا۔ میرا ڈھکو جب تین سال کا تھا تو جنگل میں گم گیا۔ آپ کو پتا ہے ہم لوگ دو دن تلاش کرتے رہے نہ ملا۔ پھر ہم نے چپ سائیں کے دربار پر جا کر منت مانی کہ جمعرات کو کھیر پکا کے تقسیم کریں گے ۔ ڈھکو شام کو گھر آ گیا۔

بابے کرملی نے اپنے بیٹے کو ایک طرف لے جا کے کہا کہ بیٹا صبر کرو ۔ مجھے لگتا ہے ۔ بچے کو ریچھ اٹھا کر لے گیا۔ بیٹے نے کہا وہ تو کھا جائے گا میرے بچے کو میں ابھی جا کر جنگل میں آگ لگا دوں گا۔ بابے کرملی نے سمجھایا کہ بچے کو کچھ نہیں ہو گا۔ اس ریچھ کے ساتھ میں نے کشتی لڑی ہے وہ بہت سمجھدار ہے ۔ وہ ایسا نہیں کرے گا ۔ بچے کو کچھ نہیں ہوگا۔ آپ پریشان نہ ہوں میں جنگل میں جاؤں گا اور اسے تلاش کروں گا۔

انہی باتوں میں صبح ہوگئی ۔ بابے کرملی نے گاؤں کے چند دوستوں کو ساتھ لیا اور جنگل میں تلاش کرتے رہے لیکن کچھ نہ ملا۔ مایوس ہو کر گھر آ گئے اور اللہ نے انہیں صبر دے دیا۔

اُدھر جنگل میں بچے کی بڑی دیکھ بھال کی جا رہی تھی ۔ ہرنی روزانہ بچے کو دودھ پلاتی۔ خرگوش آتا بچے کو بھاگنا دوڑنا سکھاتا۔ بندر اسے اچھلنا کودنا اور درختوں پر چڑھنے جیسی شیطانیاں سکھاتا۔ اس طرح ریچھ کشتی کرنا سیکھاتا۔ بچہ آہستہ آہستہ بڑا ہو رہا تھا۔

اب وہ غار سے باہر نکل کر جنگل کے جانوروں کے ساتھ کھیلتا رہتا۔ جنگل کے سب چرند پرند اس سے بے حد پیار کرتے ، ہاتھی کیلے لاتا ، کبھی سونڈ پر بیٹھا کے جھولے دیتا۔ کبھی رنگ برنگے پرندوں کا غول اس کے سر پر منڈلاتا ، طوطے اور کبوتر کندھوں پر بیٹھ جاتے ۔ عقاب اس کے لیے جاسوسی کرتا۔ وہ اس کی نگرانی بھی کرتا اور اگر کوئی خطرہ ہوتا تو فوراً اسے آگاہ کرتا۔ ریچھنی کبھی اس کے لیے دریا سے مچھلیاں پکڑ کر لاتی کبھی شہد اتار کر دیتی۔

صرف بھیڑیا اسے ناپسند کرتا تھا۔ ریچھ کی چونکہ اولاد نہیں تھی اس کے مرنے کے بعد بھڑیا جنگل کا بادشاہ بننا چاہتا تھا لیکن اس بچے کی وجہ سے اُسے اپنی یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی۔

ایک دن چند بھیڑیے دریا پر گئے۔ دریا پر گاؤں والوں نے آر پار جانے کے لیے ایک درخت کاٹ کر رکھا تھا۔ درخت کا یہ پل گاؤں اور پہاڑوں کو آپس میں ملاتا تھا۔ دریا کے پار بھی ایک طرف پہاڑی سلسلہ تھا دوسری طرف گاؤں تھا۔ بھیڑیے نے پل پر بیٹھ کر جائزہ لیا اور اپنے دوستوں کے ساتھ مشورہ کیا کہ ہم غار سے اس بچے کو اٹھا کر گاؤں کے پاس چھوڑ آئیں تو اس بلا سے جان چھوٹے۔ گاؤں والے اپنا بچہ لے جائیں گے اور اسے کبھی جنگل میں نہیں آنے دیں گے ۔ دوسرے نے کہا نہیں اتنی مصیبت کرنے کی کیا ضرورت ہے اسے دریا کے تیز پانی میں پھینک دیں گے قصہ ختم ، تیسرے نے کہا جان چھوٹی ، چوتھے نے کہا پھر ہم دوسرے پہاڑوں کی طرف چلے

جائیں گے اور جب ریچھ مر جائے گا تو اس جنگل پر قبضہ کر لیں گے۔ سردار بھیڑیے نے کہا ہمیں یہ سوچنا ضروری ہے کہ انسان کو زندہ رکھنا چاہیے یا ریچھ کو؟ ہمیں زیادہ فائدہ کس میں ہوگا۔ دوسرے نے کہا ویسے مجھے لگتا ہے ہمیں بچے کو اٹھا کر یہاں لانا چاہیے اور ریچھ کو اطلاع دینی چاہیے کہ ہم نے بچہ اٹھا لیا ہے۔ وہ ہمارا پیچھا کرتے ہوئے جب دریا عبور کرنے لگے گا تو ہم اس پل کو گرا دیں، پانی اتنا تیز ہے کہ وہ یہاں سے بہت دور چلا جائے گا اور واپس نہیں آ سکے گا کیونکہ اب وہ بوڑھا بھی ہو چکا ہے۔

سب بھیڑے مل کر ریچھ کے غار کی طرف چل پڑے۔ عقاب نے دیکھ لیا اور بندر کو اطلاع کر دی۔ بندر نے ریچھ کو خبردار کیا کہ بھیڑے اچھی نیت سے نہیں آ رہے ضرور کوئی گڑ بڑ ہے۔ ریچھ نے کہا اگر کوئی بھی ایسی بات ہے تو میں ان کو مار مار کر دھواں نکال دوں گا۔ اِدھر بھیڑیے غار کے قریب پہنچے اُدھر ریچھ بھی غار سے باہر نکل آیا۔ سردار بھیڑیے نے کہا راجا صاحب، ایک شکایت تھی۔ حاضر ہوئے ہیں۔ یہ انسان کا بچہ ہمیں بہت تنگ کرتا ہے کل اس نے پتھر مار کر ایک بھیڑیا زخمی کر دیا۔ اگر یہ لڑکا ایسی ہی شیطانیاں کرتا رہا تو پھر نہ کہنا ہم بھی بھیڑیے کی اولاد ہیں۔

ریچھ نے کہا یہ میرا بچہ ہے۔ میں نے اس کی پرورش کی ہے۔ یہ میرا جانشین ہے۔ یہ میرا ولی عہد ہے۔ یہ بلاوجہ کسی کو تنگ نہیں کر سکتا۔ یہ تو سب کا دوست ہے۔ سب سے پیار کرتا ہے۔ ایسے الزام مت لگائیں۔ اس دوران بچہ بھی غار سے باہر آ

گیا اس نے دیکھا کہ بھیڑیے بدتمیزی کر رہے ہیں۔ اسے بہت غصہ آیا۔ اس نے کہا ابھی یہاں سے چلے جاؤ ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔ بھیڑیے نے کہا اچھا ہمیں دھمکی دیتے ہو۔ سب بھیڑیوں نے مل کر بچے پر حملہ کر دیا۔ ریچھ بھی میدان میں آ گیا۔ اس نے بھیڑیوں کو بری طرح مارا لیکن وہ اب بوڑھا ہو چکا تھا جلد ہی تھک گیا۔ ایک بھیڑیے نے بچے کو پکڑا اور بھاگ پڑا۔ اس کے پیچھے دوسرے بھیڑے بھی دریا کی طرف بھاگ گئے۔ ریچھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ ان کا پیچھا کرتا۔ اس نے عقاب کو حکم دیا کہ ان کا پیچھا کرو۔ بندر بھی ان کے پیچھے بھاگا۔ دریا کا پل عبور کرتے ہوئے۔ بندر کو پیچھے آتے دیکھا تو ایک بھیڑیے نے لکڑی کا پل گرا دیا۔ بندر بھی دریا کے تیز پانی میں بہہ گیا۔ لڑکے نے ہمت سے کام لیا اور بھیڑیے سے خود کو آزاد کرا کر دریا میں چھلانگ لگا دی۔ جلد ہی لکڑی تک پہنچ گیا اور بندر کو پانی سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ اِدھر بوڑھا ریچھ بھی جانوروں کی فوج لے کر دریا پر پہنچ گیا۔ اب سب بھیڑیے دریا سے پار چلے گئے تھے اور لکڑی کا پل بھی ٹوٹ چکا تھا۔ ریچھ نے کہا آج کے بعد کوئی بھی بھیڑیا جنگل میں داخل نہیں ہوگا۔ یہ دریا کے پار ہی رہیں گے۔

سردیوں کے موسم میں پہاڑوں پر برف باری شروع ہوگئی اور دریا کا پانی بھی جم گیا۔ بھیڑیوں نے پروگرام بنایا کہ اِدھر بھوک سے مر رہے ہیں کیوں نہ ہم جنگل میں چلے جائیں۔ ایک رات بھیڑیے برفیلے پہاڑوں سے نکل کر جنگل کی طرف آ گئے۔ جنگل میں ان کی ملاقات لومڑی سے ہوئی جس نے بتایا کہ ریچھ تو مر گیا ہے۔

ریچھ کا بیٹا جنگل کا راجا بن گیا ہے۔ بھیڑیے نے کہا انسان ہم پر راج کرے گا۔ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ راجا ہماری جون سے ہونا چاہیے۔ لومڑی نے کہا ہمیں دوسرے جانوروں سے بھی مشورہ کرنا چاہیے۔ بھیڑیے نے کہا بڑی بی آپ کچھ کریں۔ لومڑی نے کہا ابھی تم جنگل میں چھپ کر رہو، خود کو ظاہر نہ کرو۔ میں کچھ کرتی ہوں۔ لومڑی وہاں سے سیدھی شیر کے پاس گئی اور کہا کہ جنگل کے سب جانور پریشان ہیں۔ پہلے ریچھ نے اپنی مکاری سے جنگل پر قبضہ کرلیا اور اب بھیڑے منصوبہ بنا رہے ہیں۔ بادشاہ بھیڑیے کو بنایا جائے۔ صدیوں سے جنگل کا بادشاہ تو شیر ہوا کرتا ہے۔ آپ ہی ہمارے اصلی بادشاہ ہیں۔ آپ اٹھیں اور اپنی بادشاہی کا اعلان کریں۔ شیر نے کہا آپ نے بات تو سچ کہی، جنگل کا اصل بادشاہ تو میں ہوں۔ میں ان بھیڑیوں کے دانت کھٹے کر دوں گا۔ لومڑی بہت خوش ہوئی کہ تیر نشانے پر لگا ہے۔

اب وہ لڑکے کے پاس گئی۔ غار کے پاس پہنچ کر زور زور سے رونے لگی۔ لڑکا باہر آیا اس نے پوچھا کہ بڑی بی کیا ہوا ہے آپ کیوں رو رہی ہیں۔ لومڑی نے کہا گاؤں کے لوگوں نے جنگل پر حملہ کر دیا ہے۔ وہ درختوں کو کاٹ رہے ہیں۔ ہرن اور بکریاں پکڑ رہے ہیں۔ کچھ پرندے بھی پکڑے گئے ہیں۔ ہمارا سارا شہد بھی چوری ہو گیا ہے۔ اس طرح چلتا رہا تو ایک دن جنگل صحرا بن جائے گا یہاں کچھ بھی نہیں بچے گا۔ لڑکے نے کہا میں ان کو بھگانے کا بندوبست کرتا ہوں۔

لومڑی وہاں سے بھیڑیوں کے پاس گئی اور کہا کہ شیر سے میری بات ہوئی میں نے تو کہہ دیا۔ اب ہم اپنا بادشاہ بھیڑیے کو بنائیں گے کیوں کہ وہ تیز رفتار ہے بہادر بھی اور سمجھدار بھی شیر سے زیادہ ہے۔ بھیڑیا بہت خوش ہوا اور کہا کسی طرح شیر کو جھاڑیوں کی طرف لے آؤ تو پہلے اس کا کام تمام کریں۔

لومڑی وہاں سے شیر کے پاس آئی اور کہا بادشاہ سلامت بھیڑیے جھاڑیوں میں چھپے ہوئے ہیں وہ کسی بھی وقت آپ پر حملہ کر سکتے ہیں۔ میرا کام تھا آپ کو بتانا۔ شیر کو غصہ آ گیا وہ سیدھا جھاڑیوں کی طرف گیا وہاں بھیڑیوں نے حملہ کر دیا۔ شیر نے سب کی دھلائی کی کچھ مارے گئے باقی بھاگ گئے۔

عقاب نے جنگل کا چکر لگایا اور دیکھا لوگ لکڑیاں کاٹ رہے ہیں۔ ان کے قریب بندر بھی نظر آئے جو لوگوں کے آس پاس گھوم پھر رہے تھے۔ عقاب نے بندر کو بلایا اور پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ بندر نے کہا سردیوں میں گاؤں کے لوگ آگ جلانے کے لیے لکڑیاں لینے جنگل آتے ہیں۔ ہم ان کے پاس جاتے ہیں تو وہ ہمیں پیار سے کھانے کے لیے بھنی ہوئی مکئی دیتے ہیں۔ عقاب نے واپس آ کر لڑکے کو بتایا کہ جنگل پر گاؤں والوں نے حملہ نہیں کیا بلکہ وہ اپنی ضرورت کے لیے جنگل سے لکڑیاں لینے آئے ہیں۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ وہ ہمیں نقصان نہیں پہنچاتے۔

لڑکے کا دل چاہا کہ وہ بھی ان لوگوں کو دیکھے۔ وہ بھی وہاں چلا گیا۔ گاؤں کا بوڑھا کرملی آری سے لکڑیاں کاٹ رہا تھا۔ پھر اس نے لکڑیوں کا ایک گٹھا باندھا اور اٹھانے لگا تو اس سے اٹھایا نہیں جا رہا تھا۔ جنگلی لڑکا اس کے قریب چلا گیا۔ کرملی اسے

دیکھ کر حیران ہوا اور پھر اسے دیکھتا ہی رہا۔ کیونکہ جنگلی لڑکے کے ماتھے پر پیدائشی چاند کا نشان بنا ہوا تھا۔ کرملی نے فورا پہچان لیا کہ یہ اس کا پوتا ہے۔ کرملی اس کی طرف بڑھا، لڑکا تھوڑا سا پیچھے ہٹا مگر پھر رک گیا۔ کرملی نے اور قریب آ کر اس کے سر پر پیار کیا اور پھر اس کا ماتھا چوما۔ لڑکے کو اچھا محسوس ہوا۔ وہ کرملی سے جلد ہی مانوس ہو گیا۔ کرملی نے اسے کھانے کے لیے کچھ کھانا دیا۔ بندر بھی آ گئے وہ کھانا لے کر بھاگ گئے۔ لڑکا بھی ان کے پیچھے بھاگ گیا۔ بابے کرملی نے لڑکے کا پیچھا کیا۔ لڑکا غار میں چلا گیا۔ کرملی نے غار دیکھ لی۔ وہ واپس گاؤں آ گیا۔ اگلے دن صبح سویرے پھر جنگل میں آ گیا۔ آج وہ اپنے ساتھ اپنی بانسری بھی لایا۔ کرملی نے بانسری بجانی شروع کی تو لڑکا اس کی آواز سن کر وہاں آ گیا دور بیٹھا دیکھتا رہا پھر قریب آ کر کرملی سے بانسری لی اور بجانے کی کوشش کی۔ بابے کرملی نے اسے سکھایا کہ بانسری کیسے بجاتے ہیں۔ چند دن ایسے ہی گزرے لڑکے اور کرملی کی دوستی ہو گئی ایک دوسرے کے اشارے سمجھنے لگے۔ ایک دن کرملی اسے اپنے ساتھ گاؤں لے آیا۔ گاؤں میں لوگوں نے جنگلی لڑکے کو دیکھا تو سارا گاؤں اکٹھا ہو گیا۔ کرملی نے لڑکے کے ماں باپ سے ملوایا۔ ماں نے اس کے لمبے بالوں میں تیل لگایا چٹیا بنائی۔ اسے گھر کے کھانے کھلائے۔ لڑکا ان کی باتوں کو نہیں سمجھ رہا تھا لیکن وہ پیار محسوس کر رہا تھا۔ بابے کرملی نے گاؤں والوں کے ساتھ مل کر پروگرام بنایا کہ جنگل میں اس کے لیے لکڑی کا گھر تعمیر کیا جائے۔ گاؤں والے جنگل میں گئے لکڑیاں کاٹیں اور سب نے مل کر جلد ہی ایک خوبصورت گھر بنایا جس میں وہ لڑکا رہنے لگا۔ اس طرح جانوروں اور انسانوں میں دوستی ہو گئی اور سب مل جل کر رہنے لگے۔

جادو کے پرندے

ہمارے پرانے گاؤں کے قریب ایک گھنا جنگل تھا جس میں طرح طرح کے جنگلی جانور اور رنگا رنگ پرندے اپنی خوبصورت آواز میں گیت گاتے ، کبھی کبھی کسی شیر کے دھاڑنے کی آواز آتی کبھی کسی پاگل ہاتھی کا شور سنائی دیتا۔

میں اپنے دوستوں کے ساتھ صبح سویرے شکار کے لیے جنگل کی طرف نکلا۔ میرے پاس شکار والا ایک تھیلا تھا جس میں ایک رسی ، ایک چاقو، تھوڑے سے بھُنے ہوئے چنے اور تھوڑا سا گُڑ رکھا ہوا تھا۔

میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ پہاڑی راستے سے جنگل کی طرف جاتے ہیں۔ مجھے پہاڑ بہت پسند ہیں۔ میرے دوستوں نے کہا نہیں وہ پہاڑی راستہ بہت خطر ناک ہے وہاں اچانک شیر یا چیتا نکل کر سامنے آجاتا ہے۔ پھر پریشانی ہوتی ہے۔ میں نے کہا نہیں اس وقت شیر اور چیتے سوئے ہوتے ہیں ہم آرام سے نکل جائیں گے کچھ نہیں ہوتا۔

ہم پہاڑوں کی طرف چل پڑے ، راستے میں ہمیں ایک غار کے قریب زندہ بکرے کا سر نظر آیا۔ میرے دوست اچانک زندہ بکرے کے بڑے سینگوں والا سر دیکھ کر گھبرا گئے۔ میں ہمت کر کے اس کے قریب گیا، میں نے دیکھا کہ بکرا ایک گہری کھائی میں گر پڑا ہے اور اُس کا سر باہر ہے میں نے اپنے دوستوں کو بلایا اور بکرے کو کھائی سے باہر نکالا۔ جب بکرا باہر نکلا تو ہم نے دیکھا کہ اس کا ایک پاؤں بری طرح زخمی ہے۔ میرا دوست ایک پہاڑی بوٹی کے پتے توڑ کر لایا اور ہم نے اس کے پاؤں پر پٹی باندھ دی۔ بکرا بہت خوش ہوا اور ہمارے ساتھ چل پڑا۔

ہم جنگل میں پہنچے اور کھانے کے لیے جنگلی پھل توڑ کر اپنے تھیلوں میں ڈالے۔ ہم نے بکرے کو بھی کھانے کے لیے دیئے لیکن اسے چنے پسند آئے۔ وہ بار بار ہمارے شکار والے تھیلے کو منہ مارتا تھا۔ میں سمجھ گیا۔ میں نے چنے نکال کر بکرے کو کھلائے اور واپس گھر آ گئے۔

میں بکرا لے کر اپنے گھر کے پاس پہنچا تو مجھے پیچھے سے کسی نے آواز دی یہ بکرا میرا ہے۔ میں مڑ کر پیچھے دیکھا تو کالے گدھے پر سوار لمبے بالوں والا ایک شخص نظر آیا۔ اس نے قریب آتے ہوئے کہا کہ یہ بکرا میرا ہے۔ مجھے واپس کریں۔ میں نے کہا بھائی یہ بکرا میرا ہے۔ اس دوران بابا ٹلی بھی ہمارے پاس آ گیا تو گدھا سوار سے پوچھا کہ کیوں بچے کو تنگ کر رہے ہو۔ کون ہو تم ؟ اس نے کہا میں شکاری ہوں یہ بکرا میرا ہے اور میں اپنا بکرا واپس لینے آیا ہوں ۔ میں نے جلدی سے بکرے کے سر پر

پیار کیا اور بکرے سے کہا کہ اگر تم شکاری کے پاس جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔ بکرے نے بھاگ کر زور سے شکاری کے گدھے کو ٹکر ماری ۔ بابا ٹلی سمجھ گیا۔ اس نے اپنا ڈنڈا پکڑا اور شکاری کے پیچھے لگ گیا۔ شکاری اپنے کالے گدھے کے ساتھ جنگل کی طرف بھاگ گیا۔

میں نے بکرے کو دوسرے جانوروں کے ساتھ حویلی میں باندھ دیا ۔ رات کھانے کے بعد پانی کی بالٹی لے کر بکرے کے پاس دوبارہ آیا۔ اس نے پانی پیا اور شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے نوکیلے سینگوں سے میرے ساتھ مستی کرنے لگا۔ میں نے پیار سے ہاتھ اس کے سر پر رکھا تبھی مجھے محسوس ہوا جیسے اس کے سر میں کوئی کانٹا لگا ہوا ہے ۔ میں نے اسے نکال کر دیکھا کانٹا نہیں بلکہ سوئی تھی ۔ سوئی کے نکلتے ہی بکرا سو گیا۔ میں بھی واپس آ گیا۔

صبح سویرے میں جانوروں کو چارہ ڈالنے کے لیے گیا تو دیکھا بکرے کی جگہ ایک پیارا سا بچہ سویا ہوا ہے ۔ میں گھبرا گیا کہ بچہ کون ہے اور بکرا کدھر غائب ہو گیا۔

میں بچے کے پاس گیا تو وہ زور زور سے رونے لگا ۔ میں پوچھا آپ کون ہیں۔ اس نے بتایا کہ میں برف نگر کا رہنے والا ہوں ۔ میں نے یہ نام پہلی بار سنا تھا۔ میں نے کہا یہاں کیسے آئے ہو ۔ اس نے کہا کہ دور برف کے پہاڑوں کے پیچھے برف نگر ہے وہاں ایک جادوگرنی رہتی تھی ۔ وہ اپنے جادو کی طاقت سے گاؤں کے لوگوں کو پرندہ بنا دیتی تھی۔ ایک دن وہ غائب ہو گئی اور پھر دوبارہ نظر نہیں آئی ۔ گاؤں کے چند

لوگ بچے تھے ۔ جن میں ایک میں بھی تھا۔

ایک دن اسی جادوگرنی کا بیٹا آ گیا ۔ وہ بھی جادو کرتا تھا اس نے باقی لوگوں کو جانور بنانا شروع کر دیا ۔ اس طرح مجھے بکرا بنا دیا ۔ میں پہاڑوں پر چلتا ہوا اس جنگل میں آ گیا ۔ وہ مجھے تلاش کرتا ہوا پیچھے آ گیا ۔ میں نے اسے دیکھ لیا اور بھاگ لیا ۔ اچانک میرا ایک پاؤں پھسل گیا اور میں ایک کھائی میں گر گیا ۔ پھر مجھے آپ نے وہاں سے نکالا اور یہاں لے آئے ۔ میرے سر میں جادو کی سوئی لگی ہوئی تھی ۔ رات کو جب آپ نے جادوئی سوئی نکالی تو میں دوبارہ انسان بن گیا۔

میں اس بچے کو اپنے ساتھ لے آیا۔ اسے کھانا کھلایا اور پھر اپنے دوستوں سے ملوانے لے گیا۔ میرے دوست اس سے مل کر بہت خوش ہوئے ۔ ہم کھیلتے رہے پھر ہم نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ واپس اپنے گاؤں جانا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں اپنے گاؤں جاؤں اور باقی لوگوں کو بھی پرندوں اور جانوروں کے روپ سے واپس انسان بناؤں۔ تاکہ میرا گاؤں دوبارہ آباد ہو جائے ۔

میں نے اپنے دوستوں کے ساتھ پروگرام بنایا کہ ہم اس کی مدد کریں گے ۔ اس کے ساتھ برف نگر جائیں گے ۔ اگلے دن ہم نے ٹلی بابا سے پوچھا کہ برف نگر کہاں ہے اس نے بتایا کہ یہاں سے ایک دن کا سفر ہے ۔ راستے میں برف کے پہاڑ آتے ہیں جن پر سفید برفانی ریچھ رہتے ہیں ۔

ہم چاروں صبح صبح شکار والے تھیلے پکڑ کر پہاڑوں کی طرف چل پڑے ۔ یہ

پہاڑی سلسلہ ہمارے گاؤں سے دو گھنٹے کی دوری پر تھا۔ ہم سب بہت خوش تھے کہ ہم ایک دوست کی مدد کرنے کے لیے سفر کر رہے ہیں۔ راستے میں ایک ندی آتی تھی جس کا شفاف اور ٹھنڈا پانی بہت مزے تھا۔ ہم نے ندی پر پہنچ کر کچھ دیر آرام کیا اور پانی میں تیرتی ہوئی رنگ برنگی مچھلیوں کو دیکھا۔ ندی کے کنارے بہت سے خودرو جھاڑیاں تھیں جن میں ایک بہت بڑا مگر مچھ چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔ ہرنوں کے جھنڈ پانی پینے کے لیے یہاں آتے تو یہ کسی ہرن کا شکار کرتا اور پھر چھپ کر سویا رہتا۔

میرا ایک دوست جلو بہت شرارتی تھا۔ اس نے ڈنڈا گھمایا اور مگر مچھ کی دُم پر مارا۔ مگر مچھ اس اچانک حملے سے ڈر کر پانی میں گر پڑا۔ اس کے گرتے ہی پانی میں بہت سے مگر مچھ اِدھر اُدھر بھاگتے نظر آئے۔ ہم نے اتنے زیادہ مگر مچھ پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ ہمیں خوف محسوس ہونے لگا کہ اگر یہ ہمارے پیچھے لگ گئے تو جان بچانا مشکل ہو جائے گا۔

ہم وہاں سے چل پڑے۔ تھوڑا دور جا کے ہم نے درختوں کے جھنڈ میں مور کو ناچتے دیکھا۔ ہم نے سنا تھا کہ ''جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا'' لیکن ہم نے واقعی مور کو ناچتے دیکھا۔ مور اپنے خوبصورت رنگ کے پر پھیلائے مستی سے رقص کر رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر سب مور بھاگ گئے۔ ہم نے تھوڑی دیر ان کا پیچھا کیا۔ وہ جنگل کی طرف نکل گئے اور ہم نے اپنی راہ لی۔ موسم بہت خوشگوار تھا۔ ہم پہاڑوں کے قریب پہنچ گئے۔ ہمیں بہت بھوک لگی تھی۔ اس کے ساتھ شدید سردی بھی محسوس ہو رہی تھی ہم نے کچھ خشک لکڑیاں جمع کی اور آگ جلائی پھر اپنے اپنے شکار والے تھیلوں سے کھانے کے لیے کچھ نکالا۔ کھانا کھایا تھوڑا آرام کیا۔ اچانک ہمیں ایک دردناک چیخ سنائی دی۔ ہم نے آواز کا تعاقب کیا۔ ایک جھاڑی کے پاس کسی شکاری نے پھندہ لگایا ہوا تھا جس نے ایک ہرنی کو جکڑ لیا تھا۔ ہرنی کے ساتھ اس کا ایک چھوٹا سا بچہ بھی تھا جو اپنی ماما کو قید میں دیکھ کر چیخ رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ ڈر کر جھاڑی کے اندر چھپ گیا۔ ہم نے ہرنی کو پھندے سے آزاد کروایا۔ وہ اپنے بچے کو لے کر جنگل کی طرف چلی گئی۔ ہم واپس پلٹے تو دیکھا بوڑھے درخت کے نیچے ایک جوگی سویا ہوا تھا۔ ہم اس کے قریب پہنچے تو وہ اٹھ گیا۔ ہم نے پوچھا جوگی بابا کوئی سانپ پکڑا ہے آپ نے، وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا میں نے یہاں ایک کالے ناگ کو دیکھا تھا۔ میں اسی کی تلاش میں ہوں۔ میں بین بجاتا ہوں لیکن وہ سانپ سامنے نہیں آتا پتا نہیں کہاں چھپ گیا ہے۔ ہم نے کہا آپ اکیلے آئے ہیں اگر سانپ نے کاٹ لیا تو کیا کریں گے۔ جوگی بابا مسکرایا۔ اس نے کہا میرے پاس منکا ہے۔ جہاں سانپ کاٹ لے، لگا لیں تو سارا زہر چوس لیتا ہے۔ پھر جوگی بابا نے بین بجانا شروع کیا۔ ہمارے آس پاس بہت سے سانپ آ گئے وہ جب تک بین بجاتا رہا سانپ جھومتے رہے۔ اچانک ایک بہت بڑا کالا ناگ دور سے آتا دکھائی دیا ہم سب ڈر گئے لیکن جوگی اپنی دھن میں بین بجاتا رہا۔ ہم جوگی کے پیچھے آ گئے بین بجاتے وہ آہستہ آہستہ کالے ناگ کی طرف گیا اور ایک دم اس مست کالے ناگ کو پکڑ کر اپنی پٹاری میں بند کر لیا۔ جیسے ہی بین بند ہوئی

سب سانپ ادھر ادھر بھاگ گئے۔ جوگی بابا نے پوچھا کہ تم لوگ کہاں جا رہے ہو ہم نے بتایا کہ ہم برف نگر جا رہے ہیں ۔ اس نے کہا کہ آج یہیں جنگل میں آرام کرو صبح سویرے نکل جانا ۔ پہاڑوں پر پہنچتے تمہیں رات ہو جائے گی اور پھر وہاں کوئی جگہ نہیں ملے گی ۔ جہاں آپ لوگ آرام کر سکیں ۔

ہم نے کہا کہ ہم رک تو جائیں لیکن اگر یہ کالا ناگ پٹاری توڑ کر باہر نکل آیا تو ہم سب کو کھا جائے گا ۔ اس نے کہا کہ تم اس کی فکر نہ کرو یہ نہیں نکل سکتا ۔ ہم لیٹ گئے ۔ ہم تھوڑی دیر سوئے ہوں گے اچانک شیر کی زوردار گرج سنائی دی ۔ سب ڈر کر اٹھ گئے اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگے ۔

ہم نے دیکھا کہ ایک گدھے جتنا بڑا شیر بالکل ہمارے سامنے کھڑا ہے ۔ ہم جلدی سے بھاگ کر درخت پر چڑھ گئے ۔ شیر نے چھلانگ لگائی اور سانپ والی پٹاری پر گرا ۔ پٹاری ٹوٹ گئی ۔ سانپ نکل آیا اور اس نے شیر کی ٹانگوں پر کنڈلی مار دی ۔ شیر آہستہ آہستہ زمین پر گر گیا ۔ ایک دم شیر اٹھا اور سانپ کے دو ٹکڑے ہوئے ۔ شیر کی ٹانگ پر سانپ نے کاٹ لیا تھا ۔ وہ تھوڑی دور جا کر بے ہوش ہو گیا ۔ ہم نے مدہوش شیر کی مدد کی ۔ جوگی نے اپنے تھیلے سے ایک جنگلی بوٹی نکلی اور اس کے پاؤں پر لگا دی ۔ تھوڑی دیر بعد شیر کو ہوش آیا ۔ اپنے پاؤں پر بندھی پٹی دیکھ کر خوش ہوا اور ہمارا شکریہ ادا کر کے جنگلی جھاڑیوں میں چھپ گیا ۔

صبح کا وقت ہو گیا تھا مختلف پرندوں کی آوازوں سے جنگل کی خوبصورت صبح

بہت پیاری لگ رہی تھی ۔ ہر طرف جنگلی پھولوں کی مہک ، خوش نما رنگوں کے پھول اور سورج کی کرنیں سارے جنگل کو خوبصورت منظر میں بدلنے لگیں ۔ ہم نے آگ جلائی ناشتہ بنایا اور جلدی سے ناشتہ کر کے پہاڑوں کی طرف روانہ ہو گئے ۔

پہاڑوں کی بلند و بالا چوٹیاں گویا دور سے ہمیں اپنی طرف بلا رہی تھیں ۔ اب آہستہ آہستہ ہم ان پر چڑھ رہے تھے ۔ بے ترتیب رستہ ، کہیں موڑ ، کہیں درخت ، کہیں سرخ و سفید رنگوں کے پتھر پر بیٹھی تتلیاں جو آس پاس کے پودوں پر گھومتی پھرتی کسی پتھر پر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھتیں اور پھر اڑ جاتیں ۔ ہم اس پیارے نظارے کو دیکھتے پہاڑ پر چڑھتے جا رہے تھے ۔ بلندی پر پہنچ کے جب ہم پیچھے مڑ کر دیکھتے تو جنگل ہمیں چھوٹی چھوٹی جھاڑوں کی طرح معلوم ہوتا ۔ بہت بلند چوٹی پر پہنچے تو برف کی سفید چادر چاروں طرف بچھی ہوئی نظر آ رہی تھی ۔ ہم نے ایک جگہ قیام کیا ۔ آگ جلائی ۔ برف کو دیگچی میں ڈالا اور آگ پر رکھ دیا ۔ جلد ہی برف پانی میں تبدیل ہو گئی ۔ ہم نے گرم پانی میں گڑ اور جنگلی بوٹی ڈالی جس سے قہوہ بنا کے پیا ۔ قہوہ پینے کے بعد ہمیں سردی بالکل نہیں لگ رہی تھی ۔ لیکن ہمیں بھوک محسوس ہو رہی تھی ۔ ہم نے برف کی کھدائی کی اور برف کے نیچے پانی میں تیرتی برفانی مچھلیاں پکڑ کر پیٹ پوجا کی ۔ اس دوران ہم نے دیکھا کہ برف پر سفید بھالو بھاگتا ہوا تیزی سے ہماری طرف آ رہا ہے ۔ ہم نے جلدی سے اپنے تھیلے سے رسی نکالی اور دونوں سرے پکڑ کر کھڑے ہو گئے ۔ بھالو ٹکرایا اور اس تیزی سے پھسلتا ہوا چوٹی سے نیچے جا گرا ۔ ہم نے اپنا

سامان پکڑا اور وہاں سے چل پڑے ۔ شام ہونے سے پہلے ہمیں برف کے پہاڑوں کو عبور کرنا تھا۔ شام سے ذرا پہلے ہم پہاڑوں کی دوسری طرف پہنچ گئے تھے ۔ ہم بہت تھک گئے تھے ہم نے ایک غار میں رات گزارنے کا پروگرام بنایا ۔ ایک لڑکا پہرا دیتا رہا جب آدھی رات ہوئی تو وہ سو گیا اور دوسرا جاگنے لگا ۔ اسی طرح ہم نے رات گزاری ۔

صبح ہوتے ہی ہم چل پڑے اب پہاڑ پیچھے رہ گئے تھے اور ہم تنگ سے جنگلی راستے سے گزرتے ہوئے ایک بوڑھے درخت کے پاس پہنچے وہاں سے دور ایک چھوٹا سا گاؤں نظر آ رہا ہے ۔ ہم اس بوڑھے درخت کے نیچے رک گئے ۔ یہ درخت پرندوں سے بھرا ہوا تھا ۔ پرندے اڑ اڑ کے ہمارے پاس آنے لگے ۔ ہم نے پرندوں کو پکڑ کر ان کے سر سے سوئیاں نکالنی شروع کر دیں ۔ جیسے ہی سوئی نکلتی ، پرندہ کسی نہ کسی انسان کی شکل میں تبدیل ہو جاتا۔ اس طرح سب پرندے انسانوں میں تبدیل ہو گئے اور پورا گاؤں آباد ہو گیا ہم نے اپنے دوست کو وہاں چھوڑا اور اپنے گاؤں واپس آ گئے ۔

پریوں کا دیس

گھر کے کھلے صحن میں ایک طرف چارپائیوں کی لمبی قطار دوسری طرف شور کرتی مرغیاں اور ان کا محافظ کتا، سب کھلے آسمان تلے سوتے تھے۔ چاندنی راتوں میں دادی اماں کی دلچسپ کہانیاں ماحول کو اور خوشگوار بنا دیتی ۔ کبھی کسی مہمان کی آمد پر رشتہ داروں کے قصے شروع ہو جاتے جو ہمیں بور کر دیتے ۔ بچوں کی کوشش ہوتی کہ دادی اماں سونے سے پہلے کوئی قصہ یا کہانی سنا دیں۔ میں سب سے چھوٹا تھا لیکن مجھے کہانیاں سننے کا اتنا ہی شوق تھا جتنا دوسرے بڑے عمر کے بچوں کو ہوتا تھا۔ ماں مجھے کہتی پتر سو جا ہن رات ہوگئی اے۔ آج بھی دادی اماں کے پاس مہمان بیٹھے تھے ہم کچھ دیر ادھر اُدھر پھرتے رہے پھر بستر پر لیٹ گئے ۔ اماں نے لوری سنانا شروع کر دی۔

الھڑ بلھڑ باوے دا　　باوا کنک لیاوے گا
باوی بہہ کے چھٹے گی　　چھٹ بھڑولے پاوے گی

باوی من پکاوے گی　　　باوا بہہ کے کھاوے گا
الھڑ بلھڑ باوے دا　　　باوا کپاہ لیاوے گا
باوی بہہ کے کتئے گی　　　پر یمان پُوتیاں پاوے گی
گوڈے ہیٹھ لکاوے گی　　　بابا کھڑ کھڑ ہسے گا

مجھے نیند نہیں آ رہی تھی ۔ پھر اماں نے ایک اور لوری سنائی

دُھر دُھر کتیا باری سُتیا　　　باری کانے جیون کا کے دے مامے

اب مجھے نیند آ رہی تھی ۔ آج بھی چاندنی رات تھی ۔ ستاروں سے بھرے آسمان سے چاند کی دودھیا کرنیں زمین کو بھی چاندنی میں نہا رہی تھیں ۔ مجھے آہستہ آہستہ نیند آ رہی تھی لیکن میں ابھی تک پوری طرح سویا نہیں تھا۔ میرے ذہن میں مختلف خیالات گردش کر رہے تھے ۔ جیسے ایسی چاندنی رات میں آسمان سے پریاں اُترتی ہیں ۔ تبھی میں نے محسوس کیا کہ آسمان سے پریوں کا ایک غول اُڑتا ہوا میری طرف آ رہا ہے ۔ یہ پریاں میرے اردگرد آ کر کھڑی ہوگئیں ۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں ۔ ان کے سنہری پروں کی آوازیں مجھے سنائی دے رہی تھیں ۔ ان کی خوش نما مہک ہر طرف پھیلی ہوئی تھی ۔ میں نے اپنی آنکھیں نہیں کھولیں کیونکہ دادی اماں نے کہا تھا کہ چاندنی رات میں پریاں زمین پر اُترتی ہیں، آنکھیں کھولیں تو غائب ہو جاتی ہیں ۔ لیکن میں انھیں دیکھنا بھی چاہتا تھا ۔ ڈر بھی تھا کہ یہ غائب نہ ہو جائیں ۔ میں تھوڑی دیر ایسے سوچتا رہا پھر میں نے اپنی ایک آنکھ آدھی کھولی ۔ مجھے رنگ برنگے

لباس میں خوبصورت پروں والی پریاں نظر آئیں ۔ میں نے جلدی سے آنکھ بند کر لی۔ پریوں کو بالکل پتا نہیں چلا کہ میں نے ایک آنکھ آدھی کھولی تھی۔

ایک پری نے دوسری سے کہا چلو بچے کو پرستان لے چلتے ہیں ۔ دوسری نے بڑے آرام سے مجھے ہاتھوں پر اُٹھا لیا اور پروں میں چھپا لیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے محسوس کیا جیسے ہم ہوا میں اُڑ رہے ہیں ۔ مجھے بہت اچھا محسوس ہو رہا تھا۔ میں مزے سے سویا رہا لیکن میرا دماغ جاگ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہم ایک باغ کے پاس پہنچے جہاں ایک بہت بڑا دروازہ تھا۔ اس باغ کے مرکزی دروازے پر دو پہرہ دار کھڑے تھے جن کے پاس لکڑی کے بڑے بڑے ڈنڈے تھے ۔ دروزے پر ایک بہت بڑی شمع روشن تھی۔ پہرہ داروں نے پریوں کو سلام کیا دروازہ کھولا اور ہم اندر داخل ہوئے۔

باغ میں چاروں طرف درختوں کی قطاریں پھیلی ہوئی تھیں۔ جن پر بڑے بڑے شہد کے چھتے لگے ہوئے تھے ۔ پریاں ایک چھتے کے پاس گئیں اور ایک پری نے شہد کا پیالہ بھر لیا ۔ پھر تھوڑا سا شہد میرے ہونٹوں پر لگایا۔ مجھے بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ شہد کا ذائقہ چکھتے ہی میں نے بند آنکھوں سے شہد کھانا شروع کر دیا ۔ پریوں کے باغ کے تازہ پھولوں سے بنے ہوئے شہد کا ذائقہ لاجواب تھا۔

اب میں نے چپکے سے دونوں آنکھیں کھول لیں ۔ ایک پری نے مسکراتے ہوئے میرے چہرے پر ہاتھ رکھا اور کہا بچے بھوک تو نہیں لگی؟ میں نے شہد اور کھانے

کے لیے سر ہلایا۔

پری نے اپنی سریلی اور میٹھی آواز میں ماہ رخ ماہ رخ کہا، جلد ہی ایک ہرنی بھاگتی ہوئی ہماری طرف آئی ۔ پری نے ایک پیالہ دودھ کا بھرلیا۔ پھر ہرنی کو پیار کیا اور وہ واپس چلی گئی۔ پری نے دودھ کا پیالہ میری طرف کیا میں نے سارا پیالہ پی لیا۔ اب مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا جسم ہلکا ہو گیا ہے اور میں ہوا میں اڑ سکتا ہوں ۔ میں اپنے آپ کو اُڑتا محسوس کرنے لگا۔

ایک پری مجھے ایک جھولے کی طرف لے گئی ۔ یہ جھولا سونے اور چاندی کا بنا ہوا تھا ۔ اس پر سرخ یاقوت لگے تھے۔ ایک ریشمی بستر جھولے میں لگا ہوا تھا ۔ میں وہاں لیٹ گیا۔ مختلف رنگوں کی تتلیاں میرے جھولے کے آس پاس اُڑنے لگیں ۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ ان سب رنگوں کی تتلیوں کو کسی بوتل میں بند کر کے اپنے گاؤں لے جاؤں ۔ ایک تتلی میرے پاؤں پر بیٹھ گئی ۔ مجھے گدگدی محسوس ہونے لگی لیکن میں نے اپنا پاؤں نہیں ہلایا۔ میرا جی چاہ رہا تھا کہ سب تتلیاں میرے پاس آ کر بیٹھ جائیں اور میں ان کے خوبصورت رنگ کے پروں کو دیکھتا رہوں ۔

ایک پری نے میرے جھولے کو ہلانا شروع کیا مجھے پھر سے نیند آنے لگی تھی ۔ آخر میں سو گیا۔ تھوڑی دیر ہی سویا تھا کہ اچانک اُٹھ کر رونے لگا ۔ دو پریاں جو میرے قریب ہی دوسرے جھولے میں بیٹھی تھیں ۔ میرے پاس آگئیں اور مجھے پیار کرتے ہوئے باغ کی دوسری طرف لے گئیں ۔ جہاں ایک تالاب تھا ۔ جس میں

صاف اور شفاف پانی میں چاند کے ساتھ اپنی صورت بھی نظر آ رہی تھی ۔ تالاب کے پیچھے ایک آبشار تھی ۔ نیلے پانی کے چشمے بھی تھے ۔ ان کا پانی تالاب سے گزر کر پودوں اور پھولوں کی کیاریوں میں جا رہا تھا۔ تالاب کے پانی میں ہلکی ہلکی لہریں اٹھتی تو اس میں نظر آتا چاند کا عکس بھی ہلنے لگتا۔ میں نے چشمے کے پانی سے ہاتھ منہ دھویا اور تھوڑا سا میٹھا پانی بھی پیا ۔ اب مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے پانی پینے کے بعد میرے بھی پر نکل آئے ہوں میں نے ہوا میں اُڑنے کی کوشش کی اور میں ہوا میں اُڑنے لگا۔ میں نے اُڑتے ہوئے اپنے اِردگرد دیکھا تو مجھے اڑتی ہوئی بہت سی نیلی ، پیلی ، گلابی ، سرخ وسفید رنگوں کی ننھی منی چڑیاں نظر آئیں ۔ ہم اڑتے ہوئے انگوروں کی بیلوں کے پاس پہنچے ۔ انگور کی بیل کے بڑے بڑے پتوں کے نیچے کئی جگنو چھپے ہوئے تھے۔ ننھی روشنی کی بتیاں جلتی بجھتی دکھائی دے رہی تھیں ۔ میں نے ایک جگنو کو پکڑا اور اپنی مٹھی میں دبا لیا۔ پھر میں نے ایک آنکھ بند کر کے مٹھی کے اندر جھانکا تو ننھا جگنو پوری طرح روشن تھا۔ میں نے مٹھی کو کھول دیا جگنو اُڑ گیا ۔ وہاں سے ہم سیبوں کے باغ میں آ گئے۔ درختوں پر بڑے بڑے سیب لٹک رہے تھے ۔ ایسے جیسے سیبوں کی بارش ہوئی ہو یہاں، اس کے علاوہ سنہری چڑیوں کے لمبے لمبے گھونسلے، جن میں چڑیوں کے ننھے منے بچے گیت گا رہے تھے۔

اس باغ میں ایک دم تیز آندھی آ گئی ۔ درخت ہلنے لگے ۔ پکے ہوئے سیب زمین پر گرنے لگے چڑیوں نے شور مچا دیا۔ ایک پری نے مجھے جلدی سے پکڑ کر ایک

صندوق میں بند کر دیا۔ صندوق کے اندر ایک طرف چھوٹا سا شیشہ لگا تھا جس میں سے باہر کا منظر نظر آ رہا تھا۔ تب میں نے ایک بھاری بھرکم آواز سنی ۔ آدم بو آدم بو .... آدم بو۔ یہ کسی دیو کی بہت بدصورت ، بھدی ، منحوس ڈروانی آواز تھی ۔ اسے پتا چل گیا تھا کہ پرستان میں کوئی آدم زاد آ گیا ہے کیونکہ پرستان میں انسانوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے ۔ چونکہ پریاں ایک انسان کو پرستان میں لے آئی تھیں اور دیو کو خوشبو آ گئی تھی ۔

کالے دیو نے پریوں کو جمع کیا اور پوچھا کہ کس نے یہ گستاخی کی ہے کون یہاں آدم زاد کو لایا ہے ۔ مجھے آدم زاد کی مہک آ رہی ہے ۔

ایک پری نے جواب دیا حضور ہم انسانوں کی بستی میں سیر کرنے گئی تھیں یہ مہک ہمارے پروں میں اتر گئی ۔ ہمیں معاف کردیں ۔ ہم ابھی پوشاک تبدیل کر لیں گی تو مہک ختم ہو جائے گی ۔ آپ جائیں ۔ میں ابھی پرستان کی تلاشی لیتی ہوں ۔ آپ کو زحمت ہوئی ہمیں معاف کر دیجیے ۔

میں نے صندوق کے شیشے سے باہر دیکھا تو ایک بدشکل ، پیلے اور گندے دانتوں والا بدصورت کالا دیو دوسری طرف جا رہا تھا ۔

اس کے جانے کے بعد پریوں نے مجھے باہر نکالا اور ایک کالے ہرن کو بلایا ۔ ایک رقعہ لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دیا اور مجھے ہرن پر بیٹھا دیا ۔ ہرن تھوڑی دیر چلتا رہا پھر ہوا میں اڑنے لگا ۔ ایک پہاڑ کے قریب پہنچ کر وہ زمین پر اترا اور جنگل کی طرف چل پڑا ۔ یہ جنگل میرا دیکھا ہوا تھا ۔ میرے گاؤں کے قریب والا جنگل تھا ۔ یہ جنگل بہت گھنا تھا ہر طرف درخت اور جنگلی جھاڑیاں سر جوڑے ہوئے تھیں ۔ ایک جھاڑی کے قریب سے گزرتے دیکھا کہ سامنے بہت بڑا شیر کھڑا ہے ۔ ہرن رک گیا ۔ مجھے ڈر لگ رہا تھا ۔ شیر نے حملہ کرنے کے لیے خود کو تیار کر لیا تھا ۔ ہرن نے شیر کی نیت بھانپ لی ۔ ہرن نے جلدی سے ایک منتر پڑھا ۔

دریا کنارے مستی ہم نے جانا بستی
شیر کرے نہ مستی ہم نے جانا بستی

منتر سنتے ہی شیر نیند میں چلا گیا ۔ اس کے ساتھ مجھے بھی نیند آ گئی ۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں بستر پر تھا ۔ ہمارے مرغے آپس میں لڑائی کر رہے تھے اور کتا مستی کر رہا تھا ۔ ساری چارپائیاں خالی تھیں ۔

قصہ ایک شہزادی کا

گل کرنی دستور اے اللہ جانے سچ اے یا کوڑ! کہتے ہیں۔ ایک بادشاہ بہت بڑی سلطنت کا مالک تھا۔ مشرق و مغرب، شمال و جنوب ہر طرف اس کی حکومت تھی۔ بادشاہ بہت نیک شخص تھا لیکن اس کے پاس اولاد نہیں تھی۔ اب اس کی عمر پچاس سال ہو گئی تھی۔ وہ بہت پریشان رہتا۔ اس کی بس ایک ہی خواہش تھی کہ اللہ اسے اولاد دے تاکہ اس کے مرنے کے بعد اس کا نام زندہ رہے۔ ایک دن بادشاہ شکار کے لیے جنگل میں گیا۔ بادشاہ کو ایک کالے رنگ کا ہرن نظر آیا۔ بادشاہ تیر کمان لیے اس کے پیچھے لگ گیا۔ ہرن بھاگ گیا۔ بادشاہ نے بھی اپنا گھوڑا اس کے پیچھے لگا دیا۔ ہرن گھنے جنگل میں ایک جھاڑی میں جا چھپا۔ بادشاہ وہاں پہنچا۔ ہر طرف تلاش کیا لیکن ہرن کہیں نظر نہ آیا۔ اب بادشاہ کو نہیں معلوم تھا کہ وہ جنگل میں کس طرف نکل آیا ہے اور اس کے ساتھی کہاں ہیں۔ بادشاہ نے اپنا گھوڑا موڑا اور مغرب کی طرف چل پڑا۔ راستے میں ایک بوڑھے درخت کے پاس پہنچ کر گھوڑا قریب ایک درخت سے باندھ دیا اور بوڑھے درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر سو گیا۔ اس درخت کی شاخ پر دو پرندے بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ بادشاہ نے آنکھیں کھولیں اور پرندوں کی باتیں سننا شروع کیں۔ پرندہ کہہ رہا تھا کہ بادشاہ سلامت کے من کی مراد پوری ہو سکتی ہے۔ اگر یہ بوری سائیں کے پاس حاضری دے۔ دوسرے پرندے نے کہا! اچھا وہ سائیں بابا جو کئی سالوں سے درخت کے نیچے بیٹھا ہے۔ جس کی داڑھی میں ایک فاختہ نے گھونسلہ بنایا ہوا ہے۔ بادشاہ جلدی سے اٹھا لیکن پرندے اڑ گئے۔ بادشاہ نے ان پرندوں کا تعاقب کیا۔ رات کا اندھیرا گہرا ہو گیا تھا۔ پرندے نظر نہیں آ رہے تھے۔ بادشاہ بری طرح تھک گیا۔ بادشاہ نے یہیں رات بسر کرنے کا فیصلہ کیا اور ارادہ کیا کہ صبح ہوتے ہی سائیں بابا کو تلاش کروں گا۔ تب تک واپس نہیں جاؤں گا جب تک ان سے ملاقات نہ کر لوں۔ بادشاہ سو گیا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ مشرق کی طرف چلتے ہوئے سو قدم کے فاصلے پر ایک بوڑھا درخت ہے جس کی شاخیں زمین سے لٹکتے ہوئے زمین سے ملی ہوئی ہیں۔ اس کے نیچے ایک بزرگ بیٹھا اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔

بادشاہ صبح ہوتے ہی اٹھ گیا اور اپنے خواب کے مطابق مشرق کی طرف چلنا شروع کیا۔ سو قدم کے فاصلے پر اسے وہی بوڑھا درخت نظر آیا جو اس نے رات خواب میں دیکھا تھا۔ یہ درخت پرندوں سے بھرا ہوا تھا۔ بادشاہ نے قریب پہنچ کر گھوڑا ایک طرف باندھ دیا۔ جوتا اتارا، سلام کیا اور درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ بوری والے بابا جی

نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی ۔ بادشاہ شام تک یونہی بیٹھا انھیں دیکھتا رہا پھر وہاں سے واپس آ گیا۔ رات کے اندھیرے میں چلتے ہوئے اسے اچانک گھوڑوں کے دوڑنے کی آواز سنائی دی ۔ بادشاہ رک گیا۔ ارگرد دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔ پھر تھوڑا سا چلا تو آواز زیادہ قریب آ گئی ۔ یہ بادشاہ کے سپاہی تھے جو دو دن سے جنگل میں بادشاہ کو تلاش کر رہے تھے ۔ بادشاہ نے ان سے پوچھا کہ یہ کون سا علاقہ ہے اور یہاں سے ہمارا محل کس طرف ہے ۔ ایک سپاہی نے بتایا کہ یہاں جنوب کی طرف ایک گھنٹے کی مسافت پر آپ کا محل ہے۔ بادشاہ ان کے ساتھ واپس شہر آ گیا۔

اگلے دن صبح سویرے بادشاہ نے اپنے وزیروں کو طلب کیا اور کہا کہ میں اکیلا کسی غرض سے جنگل کی طرف جا رہا ہوں ۔ شام کو واپس آؤں گا۔ آپ لوگ سلطنت کے معاملات دیکھ لیں۔ ایک وزیر خاص نے ضد کی نہیں بادشاہ سلامت ہم آپ کو اکیلے نہیں جانے دیں گے ۔ ہم بھی آپ کے ساتھ جائیں گے ۔ بادشاہ نے سختی سے منع کر دیا۔

چند دنوں سے بادشاہ روزانہ صبح سویرے چلا جاتا اور رات کو واپس آتا ۔ سب لوگ پریشان تھے کہ پتا نہیں بادشاہ سلامت کہاں چلے جاتے ہیں ۔ اپنے سفر کے متعلق کچھ بتاتے بھی نہیں ۔ ملکہ بھی پریشان تھی ۔ ملکہ نے اپنی ایک خادمہ جمالو کو بلایا اور کہا کہ وہ بہت چالاک ہے لہٰذا وہ پتا لگائے کہ بادشاہ سلامت کہاں جاتے ہیں ۔ جمالو نے کہا ملکہ معظّمہ آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میں جان پر کھیل کر پتا لگاؤں گی کہ بادشاہ سلامت کہاں جاتے ہیں ۔ ملکہ نے کہا اس کام کے لیے جو آپ کو چاہیے مل جائے گا۔ جمالو نے کہا بندی کو صرف ایک مردانہ شاہی لباس، تلوار اور عربی النسل گھوڑا عنایت فرما دیجیے۔

ملکہ نے جمالو کے لیے سب انتظام کروا دیا۔ جمالو نے اپنا بھیس بدلا ، شاہی مردانہ لباس پہنا ، تلوار لٹکائی اور گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل کی طرف چلی گئی ۔ جنگل میں ایک گھنی جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ گئی ۔ ادھر اگلی صبح بادشاہ سلامت کا گھوڑا وہاں سے گزرا تو جمالو نے مردانہ آواز میں پکارا ، اے شاہی سوار میری مدد کرو، اے شاہی سوار میری مدد کرو۔ بادشاہ نے آواز سنتے ہی گھوڑا روک لیا اور بائیں طرف جھاڑیوں میں دیکھا وہاں بادشاہ کو ایک خوب صورت شہزادہ نظر آیا۔ بادشاہ نے پوچھا آپ کون ہیں ؟ شہزادے نے بتایا کہ میرا نام جمال شہزادہ ہے میں ملک ہند کا رہنے والا ہوں ۔ شکار کے لیے اپنے دوستوں کے ساتھ جنگل میں آیا تھا۔ ان سے بچھڑ گیا اور راستہ بھول گیا۔ میں کئی مہینوں سے اس جنگل میں گھوم رہا ہوں نہ یہ جنگل ختم ہو رہا ہے نہ کوئی انسان ملا، صرف جنگلی درندوں کی خوف ناک آوازیں سنائی دیتی ہیں ۔ خدارا میری مدد کیجیے اور مجھے اس جنگل سے نکالیے تاکہ میں واپس اپنے وطن جا سکوں ۔ میرے والدین پریشان ہوں گے اور سب مجھے تلاش کر رہے ہوں گے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں کسی ضروری کام سے کہیں جا رہا ہوں ۔ آپ یہاں انتظار کریں واپسی پر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ شہزادے نے کہا اے شاہی سوار خدا را مجھے اس ویران جنگل

میں مت چھوڑ کر جائیں ۔ مجھے اپنے ہمراہ لے جائیں ۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا میں تمھیں ساتھ لے چلتا ہوں لیکن آپ واپس شہر آنے تک میرے ساتھ بات نہیں کریں گے ۔ شہزادے نے کہا مجھے منظور ہے ۔

بادشاہ اور شہزادہ روانہ ہو گئے ۔ ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد بوڑھے درخت کے پاس پہنچ کر بادشاہ نے درخت کے قریب اپنا گھوڑا باندھا، جوتا اتارا اور شہزادے کو وہیں رکنے کا اشارہ کر کے بابا سائیں کے پاس سلام کر کے بیٹھ گیا۔ دوپہر ہو گئی ۔ سب خاموشی سے بیٹھے رہے ۔ صرف بابا کی داڑھی میں بنے فاختہ کے گھونسلے میں بیٹھے بچوں کی چوں چوں کی آوازیں آتی رہیں ۔ مغرب کے وقت سائیں بابا نے اپنی لال آنکھوں کو کھولا اور کہا بتا بچہ کیا چاہیے ۔

بادشاہ نے دست بستہ عرض کیا اللہ کا دیا سب کچھ ہے صرف اولاد کی تمنا ہے کہ مرنے سے پہلے دیکھ لوں اور اس کے ساتھ بادشاہ زور زور سے رونے لگا۔ بابا سائیں نے کہا جاؤ اللہ تمھیں اولاد کی دولت سے نوازے گا۔ بچے کے ہاتھ پر انڈے کا نشان ہو گا۔

بادشاہ خوشی خوشی وہاں سے اٹھا سلام کیا اور اپنے محل کی طرف چل پڑا۔ اس کے پیچھے شہزادہ بھی خاموشی سے چل پڑا۔ راستے میں شہزادے نے چپکے سے رستہ بدل لیا اور دوبارہ بھیس بدل کر ملکہ کے پاس پہنچ کر خبر دی کہ بادشاہ سلامت کو جنگل میں کسی درویش نے اولاد کی خوش خبری دی ہے ۔ ملکہ بہت خوش ہوئی اور انعام کے طور پر جمالو کو زیورات سے بھرا ہوا ایک صندوق دیا۔ جمالو نے شکریہ ادا کیا آداب بجا لائی اور چلی گئی ۔

بادشاہ نے واپس آ کر اپنی سلطنت کے معاملات سنبھال لیے، دوبارہ سے محفلیں سج گئیں ۔ محل میں ہر طرف رونقیں لگ گئیں ۔ ایک دن خادمہ نے بادشاہ کو بیٹی کی بشارت دی ۔ بادشاہ سن کر بے حد خوش ہوا ۔ اللہ کا لاکھ شکر ادا کیا اور اپنے وزیروں کو بلا کر حکم دیا کہ شہر کے سب دروازے کھول دیے جائیں ۔ ہر دروازے پر سونا اور چاندی خیرات کیا جائے ۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور شہر کے نو دروازے ساری رات کھلے رہے ، غریبوں اور مسکینوں میں سونا چاندی تقسیم کیا جاتا رہا ۔ صبح شہر میں منادی کروا دی گئی کہ آج ہر خاص و عام بادشاہ کا مہمان ہے ۔ اس طرح پورے شہر کو سجایا گیا۔ جگہ جگہ کھانے کا اہتمام اور موسیقی کی محفلیں سجانا شروع کر دی گئیں۔ لوگ اپنے گھروں سے نکل کر شہر میں گھومتے پھرتے رہے اور سیر کر کے نیک دل بادشاہ کو دعائیں دیتے رہے۔

بادشاہ نے اپنی بیٹی کا نام گل بانو رکھا۔ بادشاہ کی دوسری بیوی گل رو کو اس بات کا بہت دکھ تھا کہ ملکہ کو اللہ نے اولاد دی اور مجھے نہیں دی ۔ اب اس سلطنت کی مالک بانو شہزادی ہو گی ۔ وہ کچھ الٹا سوچ رہی تھی کہ کسی طریقے سے اس گل بانو کو یہاں سے ہٹا دیا جائے ۔

گل رو نے اپنی ایک خاص خادمہ سے مشورہ کیا کہ جس دن بادشاہ شکار کے

لیے جائیں۔ گل بانو کو محل سے غائب کر دیا جائے۔ خادمہ نے کہا ملکہ معظّمہ اور بادشاہ سلامت میرا سر قلم کر دیں گے۔ مجھے اس گناہ سے دور رکھیں۔

گل رو نے کہا میں تمھیں بہت بڑا خزانہ دوں گی۔ ساری عمر عیش سے گزارنا بس میرا یہ ایک چھوٹا سا کام کر دو۔ خادمہ خزانے کے لالچ میں راضی ہو گئی۔

ایک دن موقع ملتے ہی خادمہ نے بانو شہزادی کو اٹھایا اور جنگل میں لے گئی۔ اس نے طے کیا کہ ایک صندوق میں بند کر کے اسے دریا میں بہا دوں گی۔ صندوق تیرتا ہوا اس ملک سے دور نکل جائے گا۔ صندوق کے اندر کافی سارے کپڑے اور کچھ سونا چاندی بھی رکھ دیا۔ صندوق دریا میں بہا کر خادمہ واپس محل آ گئی محل میں کہرام مچ گیا کہ شہزادی بانو غائب ہو گئی ہے۔ ملکہ کو گل رو پر شک تھا لہٰذا گل رو کو شاہی جیل میں ڈال دیا۔

صندوق دریا میں تیرتا ہوا کہیں دور نکل گیا۔ دریا کے کنارے ایک بوڑھا کسان اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہا تھا اس نے دیکھا کہ دریا میں ایک صندوق تیرتا ہوا آ رہا ہے۔ بوڑھا کسان پانی میں اترا اور صندوق نکال لیا۔

کسان نے صندوق کھولا تو اس کے اندر سے ایک چھوٹی سی بچی نکلی۔ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ یہ اللہ کی طرف سے تحفہ ہے کیونکہ کسان کے ہاں بھی اولاد نہیں تھی۔ کسان بچی کو گھر لے آیا اور اس کا نام جل پری رکھا۔

جل پری بہت قسمت والی تھی۔ کسان کے گھر میں رونق لگ گئی۔ زمین سے سونا اگنے لگا۔ مویشیوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ جل پری اپنے ماں باپ کے ساتھ بہت پیار کرتی اور گھر کے کاموں میں ان کی مدد کرتی۔ جل پری ابھی دس سال کی تھی لیکن اسے ہر کام میں مہارت تھی۔ کھانا پکانا، کپڑے دھونا، مویشیوں کے لیے چارہ کاٹنا، سبزی اور چاول بنانے، کپڑوں کے نئے نئے ڈیزائن بنانا۔

اِدھر بادشاہ کے محل میں ویرانی تھی۔ بادشاہ کا کسی کام میں دل نہیں لگتا تھا۔ ہر وقت غمگین اور اداس رہتا۔ دوسرا بانو شہزادی غائب ہونے کے ایک سال بعد وہاں قحط پڑ گیا۔ نہ بارش ہوئی نہ فصلیں نہ پھل پھول، سب کچھ ویران ہو گیا۔ لوگوں نے وہاں سے ہجرت کر کے دوسرے علاقوں میں جانا شروع کر دیا۔

ایک دن بادشاہ کو خبر ملی کہ یہاں سے بہت دور دریا کے کنارے ایک پھول نگر گاؤں ہے۔ وہاں علاقہ بہت زرخیر ہے۔ وہاں کے کسان بہت خوش حال ہیں۔ اگر ہم اس گاؤں پر حملہ کریں تو شاہی محل کے لیے اناج وغیرہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بادشاہ نے کہا اگر ہماری قسمت اچھی ہوتی تو یہاں سب کچھ تھا۔ اب ہماری قسمت میں نہیں ہم کیوں غریب کسانوں کی روٹی پر قبضہ کریں۔ وزیروں نے کہا بادشاہ سلامت ایسے تو سارا شہر ویران ہو جائے گا اور کوئی بادشاہ اس شہر پر قبضہ کر لے گا۔ ہمیں اجازت دیں کہ ہم وہاں سے اناج لا سکیں۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے ایک شرط پر آپ وہاں جا سکتے ہیں۔ آپ اناج، سونا تول کر لیں۔ جتنا اناج لیں اتنا سونا دیں۔ سب نے کہا بادشاہ سلامت ہم ایسا ہی کریں گے۔

اس طرح وزیر خوراک نے بادشاہ کے سب خزانے گھوڑوں پر لد لیے اور پھول نگر آ گیا۔ وہاں پہنچ کر اعلان کیا کہ ہم سوداگر ہیں اور سونے کے بدلے اناج خریدیں گے۔ پھول نگر کے کسانوں نے اپنا سارا اناج سونے کے بدلے بیچ دیا لیکن جل پری نے کہا کہ وہ اپنا اناج نہیں فروخت کرے گی۔ اس پر وزیر نے ان کے گھر گودام پر حملہ کیا اور سارا اناج لے کر چلے گئے۔

جل پری کو بہت غصہ آیا اس نے مردانہ لباس پہنا اور گھوڑے پر سوار ہو کر ان کا پیچھا کیا۔ آخر بادشاہ کے شہر میں پہنچ گئی۔ دربار میں حاضر ہوئی بادشاہ کو بتایا کہ میں پھول نگر سے آیا ہوں۔ بادشاہ نے ہاتھ بڑھایا۔ جل پری نے بھی اپنا ہاتھ بڑھایا سلام کیا۔ سلام لیتے ہوئے بادشاہ کی نظر انڈے کے نشان پر پڑی۔ بادشاہ کو فقیر کی کہی بات یاد آئی لیکن وہ خاموش رہا کہ شاید میرا وہم ہے۔ جل پری نے بادشاہ سے شکایت کی کہ آپ کی فوج نے میرے گودام پر حملہ کر کے سارا اناج لوٹ لیا ہے۔

بادشاہ نے اپنے وزیر خاص کو بلایا اور پوچھا کہ کیا آپ نے ایسا کیا ہے۔ وزیر نے کہا کہ ہم نے درخواست کی تھی کہ ہمیں اناج فروخت کر دیا جائے لیکن انھوں نے قیمتاً فروخت نہیں کیا تو ہمیں مجبوراً ایسا کرنا پڑا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ مہمان کو شاہی مہمان خانے ٹھہرایا جائے اور خوب خدمت کی جائے۔ پھر ہم ان کی مرضی کے مطابق فیصلہ کریں اور وزیر کو سزا کے طور پر گرفتار کر لیا جائے۔

شاہی حکم ملتے ہی وزیر گرفتار کر لیا۔ جل پری کو شاہی مہمان خانے ٹھہرایا گیا۔ رات بادشاہ نے ملکہ سے کہا کہ آپ کو یاد ہو گا کہ جس درویش کی دعا سے اللہ نے ہمیں بیٹی دی تھی۔ اس نے کہا تھا بچے کے ہاتھ پر انڈے کا نشان ہو گا۔ ملکہ نے کہا ہاں مجھے یاد ہے بانو شہزادی کے ہاتھ پر انڈے کا نشان تھا۔

بادشاہ نے کہا آج پھول نگر سے ایک لڑکا دربار میں حاضر ہوا اس کے ہاتھ پر انڈے کا نشان میں نے دیکھا ہے۔ ہوسکتا ہے یہ لڑکا بھی اسی درویش کی دعا سے ہوا ہو۔ ملکہ سنتے ہی بے تاب ہو گئی اور بادشاہ سے کہا کہ ابھی چلیں شاہی مہمان خانے میں اس بچے کا ہاتھ دیکھنا ہے۔

بادشاہ اور ملکہ شاہی مہمان خانے پہنچے اور مہمان سے درخواست کی کہ ملکہ معظّمہ ملنا چاہتی ہیں۔ جل پری نے انھیں خوش آمدید کہا اور ان سے ملیں۔ ملکہ نے آتے ہی دیکھ لیا کہ ہاتھ پر انڈے کا نشان ہے۔ ملکہ نے پوچھا بیٹا یہ آپ کے ہاتھ پر نشان کیسا ہے۔ جل پری نے کہا مجھے اس کے بارے میں کچھ علم نہیں بس ایسے لگتا ہے جیسے انڈے کا نشان ہے۔

ملکہ اور بادشاہ نے مہمان کے ساتھ چائے پی جاتے ہوئے بچے کے سر پر پیار کیا اس دوران جل پری کے سر سے پگڑی اتر گئی اور اس کے لمبے بال نظر آنے لگے ملکہ بہت حیران ہوئی اور اس نے کہا یہ تو ہماری بیٹی ہے۔ جل پری نے کہا میں ایک کسان کی بیٹی ہوں۔ بادشاہ نے سپاہی بھیج کر کسان کو بلوایا۔ کسان نے ساری حقیقت

بیان کی کہ کس طرح دریا سے صندوق ملا۔ آخر بادشاہ کو ان کی کھوئی ہوئی بیٹی مل گئی۔ بادشاہ کی سلطنت میں دوبارہ رونقیں لگ گئی کیونکہ بیٹی رب کی رحمت ہوتی ہے۔ یوں ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔

بُزدل شیر کی کہانی

پرانے جنگل میں ایک شیر رہتا تھا۔ سب جانور اسے اپنا بادشاہ سمجھتے تھے۔ شیر جنگل کا بادشاہ تھا لیکن اس کی بادشاہی میں ہر جانور کو امن اور سکون تھا۔

بندر، لومڑ، ہاتھی اور طوطا شیر کے بہت گہرے دوست تھے۔ شیر طوطے سے کہتا جاؤ میاں مٹھو جنگل کا چکر لگاؤ اور ہمیں خیر خبر دو۔ طوطا جلدی سے اُڑ جاتا۔ جنگل کا چکر لگاتا اور اپنے بادشاہ دوست کو جنگل کی خیر خبر دیتا۔ اگر جانوروں میں کہیں لڑائی ہو جاتی تو شیر، ہاتھی کو بھیجتا اور ہاتھی اُن کی صلح کروا دیتا۔ اگر نہ مانتے تو ہاتھی اپنی سونڈ سے سب کی پٹائی کرتا۔ شیر نے جب کچھ کھانا ہوتا تو لومڑ کو ساتھ لے کر شکار کے لیے نکل جاتا لیکن صرف اتنا شکار کرتا جس سے ایک دن کا کھانا ہو جاتا اس سے زیادہ شکار نہیں کرتا تھا۔ شیر کو صرف جنگلی بکرا پسند تھا۔ اگر جنگلی بکرا بھاگ جاتا تو شیر اور کچھ نہیں کھاتا تھا۔

بندر، شیر کا بہت گہرا دوست تھا۔ یہ شیر کا ہم عمر بھی تھا۔ اکٹھے کھیلتے رہے، اکٹھے

جنگل میں گھومنا پھرنا، اکٹھے رہنا۔ شیر اس پر بہت اعتماد کرتا اور اپنے بہت سے مشورے بھی اس کے ساتھ کرتا۔ یہ شیر کا سچا دوست تھا۔

شیر کا ایک بچہ بھی تھا۔ وہ اپنے باپ سے بہت مختلف تھا۔ وہ کسی جانور کا شکار نہیں کرتا۔ فروٹ کھاتا، پانی پیتا، لکڑیاں اور پتے وغیرہ کھا کر گزارا کرتا۔ شیر اپنے بیٹے کی ان حرکتوں سے بہت پریشان تھا۔ اسے فکر تھی کہ یہ گوشت نہیں کھاتا۔ جنگل کا بادشاہ کیسے بنے گا۔ اس سے جانور بھی نہیں ڈرتے بلکہ سارا دن اس کے اوپر کوے بیٹھ کر جھولے لیتے رہتے ہیں۔ یہ شیر کیسے بنے گا۔ اس جنگل کے جانوروں کا خیال کون رکھے گا۔ شیر اسی پریشانی میں ہر وقت رہتا۔

ایک دن لومڑ جنگل میں شکار کے لیے گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک اجنبی شیر جھاڑیوں میں چھپا ہوا ہے۔ یہ پاس گیا اور کہا کہ آپ یہاں کیوں چھپے ہوئے ہیں۔ مہمان شیر نے بتایا کہ ہمارے جنگل میں کسی نے آگ لگا دی سب جانور ادھر ادھر بھاگ گئے، درخت جل گئے۔ اب وہاں کھانے پینے کے لیے کچھ بھی نہیں۔ لومڑ نے کہا کہ یہاں کا شیر بادشاہ بہت رحم دل اور نیک ہے۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔ میں آپ کو ان سے ملواتا ہوں۔ لومڑ، مہمان شیر کو لے کر شیر بادشاہ کے پاس آیا۔ بندر بھی وہاں بیٹھا موجود تھا۔ بندر اسے دیکھتے ہی اپنے کان کھڑے کیے اور بادشاہ سے کہا کہ یہ لومڑ کچھ غلط کرے گا۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے اس کی حرکتیں ٹھیک نہیں ہیں۔

مہمان شیر نے شیر بادشاہ کو سلام کیا اور ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ لومڑ نے بتایا کہ

اس کے جنگل میں آگ لگ گئی تھی یہ جان بچا کر یہاں آ گیا۔ اس پر رحم کیا جائے اور اسے اپنی سلطنت میں رہنے کی اجازت دی جائے۔

شیر بادشاہ نے کہا اسے اجازت ہے لیکن ہمارے قانون کی پابندی کرنی پڑے گی۔ مہمان شیر نے کہا آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ آپ ارشاد فرمائیں۔

شیر بادشاہ نے کہا شکریہ۔ سن لیں اور یاد رکھیں۔ پہلی بات، آپ روز شکار نہیں کریں گے۔ ایک دن شکار دو دن ناغہ، اسی طرح ایک دن چھوڑ کے پانی پیو گے۔ کسی بھی جانور کے ساتھ کوئی لڑائی جھگڑا نہیں کرو گے۔ اگر کوئی جانور تمہیں تنگ کرے تو میرے پاس آ کر اس کی شکایت کرو میں فیصلہ کروں گا۔ مہمان شیر نے سب باتیں تسلیم کر لیں اور لومڑ کے ساتھ جنگل میں رہنے لگا۔

پہلے چند دن، وہ بڑی خاموشی سے رہا پھر اس نے دیکھا کہ بادشاہ کا بیٹا ایک بزدل شیر ہے۔ بادشاہ کے مرنے کے بعد میں ہی اس جنگل کا بادشاہ بنوں گا۔ بادشاہ کے مرنے کا مجھے انتظار کرنا پڑے گا۔ مہمان شیر کے دل و دماغ میں طرح طرح کے الٹے خیالات گردش کر رہے تھے۔ وہ بادشاہ کے مرنے کے بعد بادشاہ بننے کے خواب دیکھنے لگا۔ اس نے اپنے شیطانی کاموں میں لومڑ کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ لومڑ سے اس نے کہا کہ اس بادشاہ کا بیٹا بہت بزدل شیر ہے۔ لہٰذا بادشاہ کے مرنے کے بعد میں بادشاہ بنوں گا اور تم میرے پہلے وزیر بنو گے۔ لومڑ بہت خوش تھا کہ اگر مہمان شیر،

بادشاہ بن گیا تو ایک طرح پورے جنگل پر راج کروں گا۔

شیر بادشاہ نے اپنے بیٹے بزدل شیر کو بلایا اور اس سے کہا کہ میرے بیٹے میرے بعد آپ اس جنگل کے بادشاہ بن جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ بادشاہی کے کاموں میں آپ دلچسپی لیں تا کہ جب آپ بادشاہ بنیں تو اچھی طرح اپنی رعایا کا خیال رکھ سکیں۔

بزدل شیر نے کہا بادشاہ سلامت میں آپ کا بیٹا ہوں لیکن میں بادشاہ نہیں بننا چاہتا۔ یہ جنگل میری سلطنت نہیں ہے۔ یہ جنگل سب رہنے والے جانوروں کا گھر ہے اور اس کے وہی مالک ہیں۔ جتنا حق میرا اس جنگل پر ہے، اتنا ہی حق ان دوسرے جانوروں کا ہے۔ میں آزاد رہنا چاہتا ہوں۔ اس جنگل کا ہر جانور آزاد ہے۔

شیر بادشاہ نے کہا بیٹے ابھی تم چھوٹے ہو تمہیں پتا نہیں جنگل میں رہنا کوئی آسان کام نہیں۔ یہاں بہت خطرے ہوتے ہیں۔ ہر وقت زندہ رہنے کے لیے لڑنا پڑتا ہے۔ میں جب چھوٹا سا تھا تو مجھے شکاری پکڑ کر لے گئے انھوں نے مجھے ایک پنجرے میں بند کر دیا میں پنجرے میں ٹکریں مارتا رہتا۔ مجھے کھانے پینے کے لیے بھی کچھ نہیں ملتا تھا۔ ایک دن میں نے پنجرے کو توڑ دیا اور بھاگ کر جنگل میں آ گیا یہاں میری دوسرے شیر کے ساتھ لڑائی ہوئی۔ میں جیت گیا اور بادشاہ بن گیا۔ بادشاہ بننے کے لیے لڑنا پڑتا ہے۔ بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔

بزدل شیر نے کہا کہ میں لڑائیاں نہیں کر سکتا۔ شیر بادشاہ کو غصہ آ گیا اس نے کہا

کہ اگر تم بادشاہ کی باتیں نہیں مان سکتے تو اس جنگل کے دوسرے کنارے کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں ہی رہو۔ ادھر نہیں آنا۔ بزدل شیر نے کہا ٹھیک ہے۔ میں دوسری طرف جنگل میں رہوں گا۔ بزدل شیر جنگل میں دوسری طرف نکل گیا۔ بندر نے بادشاہ سے کہا حضور یہ ابھی بچہ ہے آپ اسے معاف کر دیں۔ بڑا ہو جائے تو خود ہی سب سمجھ جائے گا۔ پھر بندر نے کہا کہ میں بھی اس کے پیچھے جا رہا ہوں اس کی مدد کروں گا اور اسے بادشاہ بناؤں گا۔

لومڑ بہت خوش تھا کہ یہ اچھا ہوا۔ بادشاہ اکیلا رہ گیا ہے۔ لومڑ نے مہمان شیر سے کہا کہ اب وقت قریب ہے حملے کی تیاری کرو۔ بادشاہ اس وقت بہت کمزور ہو گیا ہے۔ اس کا بیٹا بھی چھوڑ کر چلا گیا۔ بندر بہت سمجھ دار تھا وہ ساتھ چلا گیا۔ بادشاہ اب اکیلا ہو گیا ہے۔ مہمان شیر یہ سب سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے لومڑ سے کہا کہ گیدڑوں کو بلاؤ اور ان سے مشورہ کریں کہ نئے بادشاہ کے لیے سوچ بچار کیا جائے۔

لومڑ نے گیدڑوں کو اکٹھا کیا اور ان کی رائے لی کہ نئے بادشاہ کا چناؤ کرنا ہے کیا آپ ہمارا ساتھ دیں۔ بوڑھے گیدڑ نے کہا ہمیں کیا فائدہ ہو گا۔ لومڑ نے کہا آپ کو جنگل کا وزیر خوراک و پانی مقرر کیا جائے گا۔ اس طرح ایک ایک کر کے مختلف جانوروں کو حکومتی عہدوں کے وعدوں سے لومڑ نے مہمان شیر کو اپنے طور پر جنگل کا نیا بادشاہ مقرر کر لیا۔ پھر مہمان شیر سے کہا گیا کہ وہ بادشاہ شیر کے سامنے جائے اور اپنی حکومت کا اعلان کرے۔ مہمان شیر وہاں گیا اور بادشاہ سے کہا کہ جنگل کے سب

جانوروں نے مجھے نیا بادشاہ مقرر کر دیا ہے ۔ آج سے اس جنگل کا میں بادشاہ ہوں ۔ شیر نے کہا مجھے کسی نے مقرر نہیں کیا تھا مجھے میری بہادری نے بادشاہ بنایا تھا ۔ میں آج بھی بہادر ہوں ۔ میں مقابلہ کروں گا ۔ مہمان شیر کے کان میں لومڑ نے کہا جنگ نہیں کرنی باتوں سے کام چلائیں ۔ مہمان شیر نے کہا کہ پھر ہم جنگل تقسیم کر لیتے ہیں ۔ جو جانور آپ کو بادشاہ تسلیم کرتے ہیں ۔ وہ ایک طرف ہو جائیں جو مجھے بادشاہ تسلیم کرتے ہیں وہ الگ ہو جائیں ۔ اس طرح لڑائی کے بغیر جنگل تقسیم ہو گیا ۔ آدھے جانور اِدھر آدھے اُدھر ہو گئے ۔ پھر ایک دن لومڑ کی سازش سے بادشاہ شیر کو غار میں گرا دیا گیا اور سارے جنگل کا بادشاہ مہمان شیر بن گیا ۔ یہ خبر بوڑھے بندر کے پاس پہنچی جو بادشاہ شیر کے بیٹے کے ساتھ ایک دریا کے کنارے رہتا تھا ۔ اس نے شیر کے بیٹے سے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے واپس چلیں اور اپنے جنگل کو ظالم شیر سے آزاد کروایا جائے ۔ بندر نے شیر کی تربیت کی واپس جنگل میں آ گئے ۔ شیر کا بیٹا بڑی بہادری سے لڑا اور جنگل کو آزاد کروا لیا ۔ اس طرح ظالم بادشاہ کا خاتمہ ہو گیا اور سب جانور ہنسی خوشی جنگل میں رہنے لگے ۔